نام کتاب : قصیدہ بردہ شریف ﷺ
مُصَنِّف : تاج الادباء حضرت شیخ امام محمد شرف الدین بوصیری دلاصی رحمۃ اللہ علیہ
منظوم اردو ترجمہ : مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خان قمرؔ اعظمی
(سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن مانچسٹر انگلینڈ)
بہ اہتمام : داعی کبیر حضرت مولانا حافظ وقاری محمد شاکر نوری (امیر سُنی دعوت اسلامی)
تشریح : خلیفۂ حضور مفکر اسلام مولانا حافظ قاری سید غلام خواجہ معین الدین قادری
حسب فرمائش : بلبل باغ مدینہ الحاج قاری محمد رضوان خان (مبلغ سنی دعوت اسلامی)
کمپوزنگ : سید محمد رضوان (B-Tech Food Technology)
پروف ریڈنگ : مولانا مظہر حسین علیمی (استاذ جامعہ غوثیہ نجم العلوم ممبئی ۳)
صفحات : ۲۰۰ (دوسو)
اشاعت اوّل : ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق نومبر ۲۰۱۸ء
تعداد : ۱۱۰۰
ہدیہ :

ملنے کا پتہ

مکتبہ طیبہ: دارالعلوم برکات خواجہ، آمود، ضلع بھروچ، گجرات۔فون:9427464411
مکتبہ طیبہ: ہاشمی مسجد، نزد کولیپیٹھ، ہبلی، ضلع دھارواڑ، کرناٹک۔فون:8904008082
مکتبہ طیبہ: مسجد یارسول اللہ، ایم ایس نوری چوک، مالیگاؤں۔فون:9145545480
مکتبہ طیبہ: شاخ سنی دعوت اسلامی، مڈگاؤں، گوا۔ فون:9422446746
نیوسلور بک ایجنسی: فینسی محل محمد علی روڈ ممبئی ۳۔فون:9323406784
ناز بک ڈپو: فینسی محل محمد علی روڈ ممبئی ۳۔فون:9322255763
اقرا بک ڈپو: ۳۰/بی، نورمنزل محمد علی روڈ ممبئی۔فون:23410140/8080270400

فہرست

سلسلہ نشان	نام عنوان	صفحہ نمبر
1	انتساب	4
2	مقدمہ	5
3	عرض شارح	11
4	مفکر اسلام کے منظوم ترجمہ بردہ پر ایک نظر	14
5	قصیدہ بردہ کا منظوم ترجمہ: ایک شعری آبشار	25
6	منظوم تاثر	39
7	پہلی فصل۔ عشق رسول کے بیان میں	42
8	دوسری فصل۔ نفسانی خواہشات کی مخالفت میں	50
9	تیسری فصل۔ سرکار کی مدح وثنا میں	62
10	چوتھی فصل۔ ولادت طیبہ کے بیان میں	86
11	پانچویں فصل۔ معجزات کے بیان میں	96
12	چھٹی فصل۔ ہجرت مصطفے کے بیان میں	101
13	ساتویں فصل۔ وحئ پاک مصطفے کے بیان میں	105
14	آٹھویں فصل۔ فضائل قرآن کے بیان میں	112
15	نویں فصل۔ معراج مصطفے کے بیان میں	125
16	دسویں فصل۔ غزوات کے بیان میں	137
17	گیارہویں فصل۔ اغیار پر افسوس کے بیان میں	157
18	بارہویں فصل۔ بارگاہ رسالت میں التجا کے بیان میں	168
20	القصیدۃ المحمدیہ	179
21	قمر اعظمی کی شاعری پر اہل علم کے تاثرات	185

انتساب

میں اپنے اس منظوم اردو ترجمہ
اور محب گرامی عزیزم سید غلام خواجہ
کی تشریحی کاوش کو

لاتعداد بندگانِ خدا
کے دلوں میں عشقِ رسول
کے چراغ روشن کرنے والے
عظیم محدث، عظیم فقیہ، عظیم عاشق رسول،
عظیم البرکت، دریائے رحمت، مجدّدِ دین وملت، امامِ اہلِ سنت، اعلیٰ حضرت،

امام احمد رضا خان بریلوی

کے نام منسوب کرتا ہوں
جن کی اصلاحِ عقائد
اور بدعقیدگی کے خاتمے کے لیے
تاریخی خدمات تاریخ کا روشن باب ہیں۔
اور جن کا نعتیہ کلام ہر عاشق رسول کے دل کی
آواز اور جذبات واحساسات کا ترجمان ہے۔

(قمر الزماں خان قمرؔ اعظمی)

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

قصیدہ بردہ شریف ایک عالمی شہرت یافتہ قصیدہ ہے جسے مُلکِ مصر کے رہنے والے عربی النسل عاشق رسول حضرت علامہ محمد شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ پاک میں لکھا تھا اور اُسے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفِ قبولیت حاصل ہوا تھا۔ یہ قصیدہ قیامت تک انتہائی عقیدت واحترام کے ساتھ پڑھا اور سُنا جاتا رہے گا اور عاشقانِ رسول اِس قصیدے سے اپنی روح کی تسکین کا سامان کرتے رہیں گے۔ اِس قصیدہ کے مصنف حضرت امام شرف الدین محمد البوصیری ساتویں صَدی ہجری کے ایک نہایت مشہور بلند پایہ عرب شاعرہ چکے ہیں۔ آپ بمقام بوصیر بتاریخ یکم شوال ۶۰۸ھ مطابق ۷ رمارچ ۱۲۱۳ء کو پیدا ہوئے۔ اِسی نسبت سے آپ کو ''البوصیری'' کہا جاتا ہے۔

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق آپ بمقامِ دِلاص پیدا ہوئے، بایں وجہ آپ کو ''الدّلاصی'' بھی کہتے ہیں۔ البوصیری اور الدلاصی کہلائے جانے کے متعلق ایک دوسری روایت یہ بھی ہے کہ آپ کے والدین میں سے ایک کا تعلق بوصیر سے اور دوسرے کا دِلاص سے تھا، اس وجہ سے آپ کو البوصیری اور الدلاصی دونوں سے منسوب کیا جاتا ہے۔ آپ کی زندگی کے واقعات تاریکی میں ہیں۔ آپ کے سلسلے میں بہت کم معلومات حاصل ہو پائی ہے۔ اگر آپ قصیدہ بردہ شریف کے مصنف نہ ہوتے تو شاید بالکل ہی گمنام ہوتے۔ بہر حَال بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے اوائل عمر کے تقریباً دس سَال بیت المقدس میں گزارے اور پھر مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی، اس کے بعد تقریباً ۱۳ سال بحیثیتِ معلمِ قرآنِ کریم مکہ

معظمہ میں بسر کیے۔ بعد ازاں سرکاری ملازمت کے سلسلے میں بلبیس میں مقیم ہوئے اور بالآخر حاجی خلیفہ کی روایت کے مطابق ۶۹۴ھ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق ۶۹۵ھ میں بمقام اسکندریہ آپ نے وفات پائی اور بمقامِ فسطاط حضرت امام شافعی کے مزار کے قریب مدفون ہوئے۔ آپ فن خطاطی کے بڑے ماہر تھے، کتابوں کی نقل کر کے اپنی روزی کا سامان کیا کرتے تھے۔ شعر وادب میں اُنھیں ایک بُلند مقام حاصل تھا۔ آپ کے بلند پایہ دیوان کا نام دیوانِ بوصیری ہے جو قاہرہ سے طبع ہوا تھا جس میں کئی قصائد اور نظمیں شامل ہیں۔ یہ قصیدہ ۱۹۵۶ء تک مسجد نبوی کی چھت کے گنبدوں میں نہایت خوشخط لکھا ہوا دیکھا گیا ہے۔ اِس سے اِس قصیدہ کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ قصیدہ اپنی ادبی لطافتوں، نزاکتوں اور سلاست وروانی سے قطع نظر اعلٰی خصوصیات کا حامل اور بڑے ہی فیوض وبرکات کا مُوجب ہے۔ امام بوصیری مشہور صوفیِ وقت ابو العباس احمد المرسی کے مرید ہوئے اور پھر اُن کے درس میں مُسلسل شریک ہوتے رہے۔ فن حدیث میں اُنھیں کافی عبور تھا اور اس میں وہ زبردست ماہر سمجھے جاتے تھے۔

اس قصیدے کی وجہِ تصنیف کے متعلق خود حضرت امام بوصیری فرماتے ہیں کہ مجھ پر فالج کا شدید حملہ ہوا، میرا نصف جسم بالکل بے حس وحرکت ہو گیا تھا، بہت کچھ علاج کروایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ انتہائی مایوسی کی حالت میں میں نے ارادہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ لکھوں اور اُس کے توسط سے بارگاہ رب العزت میں صحت کے لیے دعا کروں۔ اللہ جل شانہ نے میرے اِس ارادے کو پورا فرمایا اور میری دعا قبول فرمائی۔ چنانچہ میں نے قصیدہ لکھنا شروع کیا، قصیدے کے اختتام پر مجھے نیند آگئی، اِدھر قسمت جاگی، خواب میں دیکھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں، آپ نے اپنے دستِ مُبارک کو میرے جسم پر پھیرا اور اپنی چادرِ مبارک میرے جسم پر ڈال دی، معاً مجھے صحت ہوگئی، میں نیند سے چونکا اور بیدار

ہوا اور اپنے آپ کو کھڑے ہونے اور حرکت کرنے کے قابل پایا، صبح جب میں باہر نکلا تو میری ایک دُرویش سے ملاقات ہوئی جو میرے لیے اجنبی تھے اور اُنھوں نے مجھ سے وہ قصیدہ سُنانے کی خواہش کی جس میں میں نے نبی کریم ﷺ کی مدح کی ہے حالانکہ میرے اِس قصیدہ کا ابھی کسی کو علم نہیں ہوا تھا، میں نے اُن بزرگ دُرویش سے دریافت کیا کہ آپ ہم سے کون سا مدحیہ قصیدہ سُننا چاہتے ہیں؟ کہنے لگے وہ قصیدہ جس کی ابتدا "اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِیْ سَلَمٍ" سے ہوتی ہے پھر وہ کہنے لگے بخدا! کل شب میں نے تمھیں اس قصیدے کو رسولِ انور ﷺ کے دربار میں پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ میں نے یہ قصیدہ ان کے حوالے کیا۔ لوگوں میں اس واقعہ کا بڑا چرچا ہوا حتّٰی کہ وزیرِ وقت الصاحب بہاء الدین کو بھی اس کی اطلاع ملی۔ وہ اس واقعہ سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے اس قصیدے کو نقل کروایا اور یہ عہد کیا کہ وہ ہمیشہ اس قصیدہ کو اس حالت میں سنے گا کہ وہ کھڑا ہوا ہو پا برہنہ ہو اور سر ڈھکا ہوا ہو چنانچہ وہ اس قصیدہ کو اسی حالت میں سُنا کرتا تھا وہ اور اس کے اہلِ خاندان ہمیشہ اس قصیدہ کی بدولت دینی اور دنیوی فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے۔ اگر اس مبارک قصیدہ کو ادب و احترام کے ساتھ تلاوت کیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہر شخص اس کے لاجواب فیوض و برکات سے مستفید ہوگا، لہٰذا قاری کو باطہارت ہونا، صحتِ الفاظ و اعراب کو ملحوظ رکھنا اور معنی پر توجہ مبذول رکھنا نہایت ضروری ہے۔ قصیدہ شروع کرنے سے قبل ان اشعار کا پڑھنا احسن ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مُنْشِی الْخَلْقِ مِنْ عَدَمٍ
ثُمَّ الصَّلٰوةُ عَلَى الْمُخْتَارِ فِی الْقِدَمِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

قصیدہ مبارکہ کے درمیان وقفہ وقفہ سے اِن اشعار کا دُہرانا باعثِ برکت ہے بلکہ بعض

بزرگانِ دین اور عاشقانِ رسول ﷺ نے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے مندرجہ ذیل مشہور نعتیہ اشعار کے ورد کی بھی سفارش کی ہے۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِكَمَالِهٖ
كَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِهٖ
صَلُّوْا عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ

قصیدہ بردہ شریف کے اختتام پر حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا مبارک قصیدہ جس کو مصنف علیہ الرحمہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی سے موسوم فرمایا ہے، تبرّکاً درج کیا گیا ہے۔ واضح ہو کہ حضرت امام شرف الدین بوصیری نے شفایابی وصحت یابی کے شکرانے میں قصیدہ بردہ شریف کے بعد اس قصیدہ کو حضور اقدس ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں پیش فرمایا تھا جس کا ہر مصرع اسمِ مبارک سے شروع ہوتا ہے جو عشقِ محمدی ﷺ کا ذوق رکھنے والوں پر ایک خاص کیفیت پیدا کرتا ہے۔

قصیدۂ بُردہ کو آقائے دوجہاں ﷺ نے شرفِ قبولیت سے نوازا اور صاحبِ قصیدہ علامہ بوصیری علیہ الرحمۃ کو چادرِ رحمت عطا فرمائی، جس کے نتیجے میں یہ عظیم قصیدہ پورے عالم اسلام، عرب وعجم میں بطورِ وظیفہ پڑھا جارہا ہے، اِس قصیدے نے لاکھوں مسلمانوں کے دلوں کو محبتِ رسول کی دولت عطا فرمائی اور صبح قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اور امید ہے کہ قیامت میں بھی دیوانگانِ عشقِ رسول قصیدہ بردہ پڑھتے ہوئے شفیع المذنبین کی ردائے رحمت میں پناہ لیں گے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

ایک طویل زمانے سے یہ خواہش تھی کہ کاش اِس عربی قصیدے کا اُردو نظم میں ترجمہ ہوجاتا جس کو نعت شریف پڑھنے والے قصیدے کے اشعار کے ساتھ پڑھتے تو لوگ مزید

فیضیاب ہوتے مگر حضرت علامہ بوصیری علیہ الرحمہ کی جلالتِ شان اور قصیدہ مبارکہ کی مقبولیت وعظمت کو دیکھ کر ہمّت نہیں ہو رہی تھی کہ میں منظوم ترجمہ کی کوشش کروں۔ پھر بھی اپنی کم مایئگی کا مکمل احساس کرتے ہوئے میں نے چند اشعار کا ترجمہ کرنے کا شرف حاصل کیا اور حصولِ برکت کے لئے عندلیبِ گلشن رِسالت جناب الحاج قاری محمد رضوان صاحب نائبِ امیرِ سُنی دعوت اسلامی کو سُنایا تو اُنھوں نے بہت پسند کیا اور خواہش ظاہر کی کہ میں اسے جلد مکمل کردوں اور پھر بمبئی سے بذریعۂ ٹیلی فون تاکید بھی فرماتے رہے۔ بفضلہ تعالیٰ گزشتہ رمضان شریف میں سرکارِ ابد قرار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور وہیں میں نے فیصلہ کرلیا کہ منظوم ترجمہ مدینۃ الرسول علیہ السلام میں ہی مکمل کرلوں۔ سرکار علیہ السلام کی نظرِ عنایت ہوئی اور چند روز کے اندر مدینہ مشرفہ میں منظوم ترجمہ مکمل ہوگیا۔ ترجمہ کرتے ہوئے عربی الفاظ کے اردو مترادفات کا تلاش کرنا مشکل تھا، اس لئے کہیں کہیں وہی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ خیال تھا کہ مشکل الفاظ کی مختصر تشریح کردوں گا مگر میں نے جب یہ منظوم قصیدہ مولانا سید غلام خواجہ صاحب کو سُنایا اور اُن سے کتابت کے لئے کہا تو اُنھوں نے ماشاء اللہ ان تمام اشعار کی آسان نثر میں مختصر مگر جامع تشریح کردی، جس کے نتیجے میں اس کی اِفادیت میں بے پایاں اضافہ ہوگیا۔ اب اس سے صرف نعت خواں یا ذاکرین حضرات ہی نہیں بلکہ عوام الناس بھی بھرپور استفادہ کرسکیں گے۔ انھوں نے تلمیحات کی واقعاتی وضاحت کردی ہے جس سے اَشعار کا سمجھنا بہت آسان ہوگیا "فَجَزَاہُ اللّٰہُ اَحۡسَنَ الۡجَزَاء" دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت اس ترجمہ کو بھی شرف قبولیت سے نوازے۔

سگِ دربارِ مدینہ

محمد قمر الزماں خان قمر اعظمی

سیکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن مانچسٹر [انگلینڈ]

۷۸۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُحِبِّ محترم سید غلام خواجہ صاحب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل امام بوصیری علیہ الرحمۃ کے "اَلۡقَصِیۡدَۃُ الۡمُحَمَّدِیَّۃُ" کی زیارت سے مشرف ہوا، کاش! یہ قصیدہ شریف پہلے مل گیا ہوتا تو قدرے بہتر منظوم ترجمہ کرسکتا، اب اس قدر عجلت میں جب کہ آپ کی طرف سے کمپیوٹر کتابت، تزئین، ترتیب وتشریح میں تاخیر ہو رہی ہے، اُدھر امیرِ سُنی دعوتِ اسلامی کی جانب سے طباعت کے لیے تقاضا شدید تر ہے، قصیدۂ محمدیہ کا ترجمہ بہت مشکل ہے، یہ اس قدر چھوٹی بحر میں ہے کہ اسی قدر چھوٹی بحر میں اردو میں نظم کرنا دشوار ہے جب کہ اس خصوصیت کا اہتمام بھی ضروری تھا کہ ہر مصرع کا آغاز اسمِ پاکِ محمد ﷺ سے ہو اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ عربی زبان کے اعراب تنوین اور اضافتیں بھی اردو میں الفاظ اور عبارتوں کا تقاضا کرتی ہیں۔ بہرکیف! چند گھنٹوں میں ترجمہ حاضر ہے، اگر پسند آئے تو شامل اشاعت کردیں، دعاؤں سے نوازیں، سالِ نو مبارک ہو۔

خاکسار

محمد قمر الزماں خان اعظمی

یکم محرم الحرام ۱۴۴۰ھ

مطابق ۱۱ ستمبر ۲۰۱۸ء

عرض شارح

عرصۂ دراز سے قصیدہ بُردہ شریف کے منظوم اُردو ترجمے کی فرمائش کی جارہی تھی، عندلیبِ گلشن رسالت الحاج قاری محمد رضوان صاحب مبلغ سُنی دعوت اسلامی حضور مفکر اسلام علامہ قمر الزماں خان صاحب قبلہ اعظمی سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن مانچسٹر [انگلینڈ] کی خدمت میں بار بار فرمائش کرتے رہے۔ بالآخر حضرت نے اُن کی فرمائش پر اس عظیم کام کا بیڑا اُٹھالیا لیکن حضرت کے مسلسل عالمی تبلیغی دورے، دینی اَسفار اور دیگر گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے یہ کام معرضِ التوا میں رہا۔ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ میں حضرت اپنے اہل خانہ کے ہمراہ بہ غرضِ عمرہ حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ مکہ مکرمہ میں عمرے کی سعادت سے مشرف ہونے کے بعد آپ نے منظوم ترجمے کے انتہائی مُشکل کام کا آغاز کیا اور دو عظیم بزرگوں حضور مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفٰے رضا خان اور حضور سرکار کلاں حضرت سید مختار اشرف جہانگیر کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہما کی روحانی سرپرستی پر بھروسہ کرکے حرم مکہ مکرمہ اور حرم مدینہ منورہ میں ۲۰ رمضان شریف ۱۴۳۹ھ کو اِس مُشکل ترین کام کو بڑی آسانی کے ساتھ اور بہت جلد مُکمّل کیا۔ حضرت کے منظوم ترجمے کے مسوّدہ کو پڑھ کر اور سمجھ کر پوری دیانت داری اور ذمے داری کے ساتھ کمپیوٹرائزڈ کتابت سے آراستہ کرکے بکھرے ہوئے اردو کے اشعار کو یکجا کر کے ہر ہر شعر کو عربی کے شعر کے ساتھ جوڑنے کے لئے زبانِ عربی سے واقفیت رکھنے والے ایک عالم دین کی ضرورت تھی، جس کے لئے حضرت کی نگاہِ انتخاب نے مجھ ناچیز کو چُنا اور اس طرح قصیدہ بردہ کے منظوم ترجمے پر تشریح اور اِس کے تدوین وترتیب کی عظیم خدمت اور

سعادت میرے حصّے میں آئی۔ چوں کہ حضرت ایک بہترین عربی اور اردو ادیب ہیں۔ آپ کا اندازِ بیان اور اُسلوبِ تحریر نہایت معیاری ہوتا ہے، آپ کا منظوم ترجمہ بآسانی سمجھ پانا ہر کس و ناکس کے لئے قدرے دشوار تھا، اِس لیے مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ ایک ایسی مختصر مگر جامع تشریح لکھی جائے جو حضرت کے منظوم ترجمے کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہو۔ چُنانچہ میں نے اشعار کی تشریح کے اِس عظیم کام کا آغاز کیا۔ چند اشعار کی تشریح کرکے حضرت کی خدمت میں اصلاح کی غرض سے پیش کیا۔ حضرت نے حوصلہ افزائی فرمائی اور اِس طرح شب وروز مصروف کار رہ کر میں نے باقی ماندہ اشعار کی تشریح کا کام جاری رکھا۔ حضرت کے منظوم ترجمے پر تفصیلی تشریح کا ارادہ تھا لیکن سُنی دعوت اسلامی کے سالانہ اجتماع میں اِس کتاب کا رسم اجرا ہونا طے پایا تھا اِس لیے وقت کی تنگی کے باعث تشریح کے مختصر کرنے پر اکتفا کرنا پڑا۔ آئندہ اگر وقت نے اجازت دی، حالات سازگار رہے اور توفیق اِلٰہی ہوئی تو ہر شعر پر اطمینان بخش تشریح لکھی جائے گی۔

سب سے پہلے میں شکر گزار ہوں میرے ساتھی کرم فرما الحاج محمد ذوالفقار بھائی مانچسٹر انگلینڈ کا جنھیں حضور مفکر اسلام کی صحبت ورفاقت اور ہمہ وقت آپ کے سایۂ عاطفت میں رہ کر زندگی گذارنے کا سُنہرا موقع اور شرف حاصل ہے۔ آپ نے قصیدہ بردہ شریف کی تشریح کے لئے معاون کتابوں کا ذخیرہ آن لائن اکٹھا کرنے میں میرا تعاوُن کیا اور اسی طرح میں شکر گزار ہوں عرفان بھائی، محمود عبدالمجید بھائی، معین بھائی اعظمی، شاہد بھائی [مانچسٹر انگلینڈ] کا جو میرے بھیجے ہوئے ای میل کا پرنٹ آوٹ لے کر حضور مفکر اسلام کی خدمت میں پیش کرتے رہے اور میں مشکور ہوں بھائی غلام حسین نیز انگلینڈ کی سرزمین پر عربوں والی مہمان نوازی کی یاد تازہ کرنے والے عظیم مہمان نواز وعُلما نواز محترم فضل بھائی، قصیدہ بردہ شریف کے انگریزی میں ترجمہ کی فرمائش کرنے والے اور قصیدہ بُردہ شریف کو بڑی محبت سے سننے والے محسن قوم

وملت محترم الحاج داؤد بھائی فوجدار اور قصیدہ بُردہ شریف کو بڑی محبّت سے دنیا کے کونے کونے میں پہنچا کر اپنی میٹھی اور پُر کیف آواز میں تلاوت کر کے عاشقانِ رسول کو سُنانے والے حافظ وقاری محمد ریاض الدین اشرفی اور اِسی طرح رئیس الحفاظ فخر القرّاء حافظ وقاری محمد سیف اللہ قادری صاحب [لاہور پاکستان] جو قصیدہ بردہ کی تشریح کے حوالے سے لمحہ بہ لمحہ میری حوصلہ افزائی کرتے رہے اور بولٹن و مانچسٹر کے تمام دوستوں اور ساتھیوں کا جن کے مفید مشوروں نے بالخصوص خلیفۂ حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ایوب اشرفی صاحب خطیب و امام ایم اے مشن [بولٹن] کا جن کی تحریری وتقریری دینی وعلمی خدمات نیز آپ کے ہمہ وقت مطالعۂ کُتُب میں انہماک نے مجھے اس کام کی طرف راغب کیا اور میں بے حد مشکور ہوں عطائے حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا حافظ وقاری محمد شاکر نوری صاحب قبلہ امیر سُنی دعوت اسلامی کا جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت وطباعت کی ذمے داری قبول فرما کر عالمی تحریک سنی دعوت اسلامی کے نومبر ۲۰۱۸ء وادیٔ نور آزاد میدان ممبئی میں منعقد ہونے والے عالمی سالانہ سُنّی اجتماع میں اِس کے رسمِ اجراء کا فیصلہ فرمایا۔ اِس عظیم عالمی تحریک کا مبلغ ہونے پر مجھے خوشی ہے، اخیر میں گزارش ہے کہ اگر علمائے کرام اور دیگر قارئین کرام کو میری اِس تشریح میں کوئی لفظی ومعنوی غلطی نظر آئے تو ضرور میری اصلاح فرما کر ممنون فرمائیں۔ میں آپ کی جانب سے کی گئی اصلاح کا خیر مقدم کروں گا۔

سید غلام خواجہ معین الدین قادری

(لیکچرار ڈاکٹر ذاکر حسین جونیئر کالج پربھنی، مہاراشٹر)

مفکر اسلام کے منظوم ترجمہ بردہ پر ایک نظر

از: عالم نبیل فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد قمر الحسن قمرؔ بستوی

(امام وخطیب مسجد النور مرکز، ہیوسٹن، امریکہ)

گرامی قدر، داعی و مصلح حضرت مولانا محمد شاکر نوری صاحب امیر سنی دعوت اسلامی ممبئی نے فون کیا اور یہ مژدۂ جانفزا سنایا کہ حضرت مفکر اسلام علامہ قمر الزماں خان صاحب قبلہ اعظمی مدظلہ العالی نے قصیدۂ بردہ شریف کا شعری ترجمہ کیا ہے اس پر تم کو کچھ لکھنا ہے۔ میرے اوپر دو تاثر بیک وقت قائم ہوئے، ایک تو مسرت دوسرا اِستعجاب۔ مسرت اس لیے کہ حضرت والا کے قلم علم وفضل سے ایک نئی چیز سامنے آ گئی اور اِستعجاب کہ میں ان کے کلام پر اپنے خیال کا اظہار کروں یہ تو سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ تاہم سعادت تصور کرتے ہوئے ہامی بھر لی مگر عدیم الفرصتی اپنی جگہ۔۔۔۔ پھر بھی یہ چند معروضات حاضر ہیں۔

مفکر اسلام، مبلغ عالم، شیخ طریقت حضرت علامہ محمد قمر الزماں خاں قمرؔ اعظمی کی شخصیت بڑی متنوع ہے۔ ان کو جس جہت سے دیکھا جائے اسی میں وہ یکتائے فن لگتے ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف مکمل عرفانیت کا مجموعہ ہے، اس کی ترجمانی وہی کرسکتا ہے جو اسی راہ کا سالک ہو۔ مخدوم مکرم کو میں اپنے بچپن سے دیکھتا، جانتا اور پہچانتا ہوں، وہ امریکہ تشریف لاتے رہتے ہیں مگر ادھر کوئی دو عشرے سے میں نے ان میں وہ تغیر دیکھا ہے جو پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اس دو عشرے میں ان پر عرفانِ تصوف کا گہرا اثر محسوس ہوا ہے۔ ان کے شب وروز میں ایک انقلابی کیفیت پیدا ہوئی ہے۔ انھوں نے اپنے وجود پر خطابت کی دبیز رِداڈال رکھی ہے تاکہ اندر کا جوہر نظر نہ آسکے مگر سمجھنے والے سمجھتے ہیں اور دیکھنے والے دیکھتے ہیں۔ وہ اندر سے تصوف کا ایک مکمل وجود و پیکر ہیں جو ان کی نجی زندگی میں کہکشاں کی طرح چمکتا ہے۔ دراصل یہ جوہر ان کے وجود میں اُن مقدس اکابرین کی چشم کرامت کا فیضان ہے جہاں سے انھوں نے

تربیت حاصل کی ۔استاذ العلماء جلالۃ العلم حضور حافظ ملت اور قطب زماں نائب غوث اعظم سیدی حضور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ کی نگہ کیمیا نے ان کے وجود میں یہ جوہر خاص ودیعت کیا ہے جو اَب بالتدریج ظاہر ہو رہا ہے ۔

حضرت موصوف گوناں گوں، نوع بہ نوع اوصاف کے حامل ہیں مگر شعر وسخن سے آشنائی یہ تو ان کے والد ماجد محترم جناب عبد الحمید خاں المتخلص ناتواںؔ علیہ الرحمہ سے ورثہ میں ملی ہے ۔ آپ ایک بالغ نظر اور قادر الکلام شاعر ہیں ۔قمرؔ اعظمی تخلص فرماتے ہیں ۔ان کی اس فضیلت پر ان کا نعتیہ دیوان ''خیابان مدحت'' دلیل ہے ۔آپ کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے شہزادۂ حضور محدث اعظم محترم جناب ڈاکٹر سید حسن مثنّٰی انور علیگ علیہ الرحمہ نے بڑی برجستگی سے فرمایا ۔

''راقم الحروف کی نظر میں وہ ایک جامع شخصیت کے آئینہ دار ہیں ۔ان کی علمی وعملی سرگرمیوں کا ایک وسیع دائرہ ہے ۔وہ اہل سنت کے معتبر عالم، زبان وبیان پر قابو رکھنے والے خطیب، عالمی سطح پر عصر حاضر کی آگہی کے ساتھ اسلامیات کا درس دینے والے معلم اور بھولے بھٹکے لوگوں کو راہ راست پر لانے والے قائد وراہنما بھی ہیں ۔۔۔۔ چند سطر کے بعد۔۔۔ ایسے غیر معمولی نصاب زندگی رکھنے والے کا شعر وسخن کی جانب متوجہ وملتفت ہونا اسی جامع شخصیت کا ایک امتیازی پہلو ہے جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے ۔۔۔۔ پھر کچھ اور آگے چل کر ۔۔۔۔۔ اس واقعہ سے اتنا تو پتہ چل ہی گیا کہ اگر کوئی عالم ہزار علم وفضل رکھے لیکن شعر وسخن سے تہی دست ہو تو اس کی جامع شخصیت کا وجود ممکن ہی نہیں ہے ۔(۱)

کسی زبان کو دوسری زبان میں ڈھالنا یہ اہل فن ہی جانتے ہیں کہ کتنا پیچیدہ عمل ہوتا ہے چہ جائے کہ نظم میں بدلنا۔شعر کی حدیں ہوتی ہیں ۔اِس سے باہر نہیں نکلا جا سکتا۔کم لفظوں میں بڑے بڑے معانی کو اس میں سمیٹنا ہوتا ہے ۔پھر یہ بات اسی وقت ممکن ہوتی ہے کہ مترجم دونوں زبانوں پر پوری گرفت رکھتا ہو اور اس کے محاورات وضرب الامثال پر گہری نظر بھی ۔قصیدہ بردہ شریف خود اشعار کا مجموعہ ہے،اس کو مزید شعر کے قالب میں ڈھالنا یہ کوئی

آسان کام نہیں، بلکہ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ

قصیدہ کا تجزیہ

قصیدہ بردہ شریف میں کل ایک سو باسٹھ (۱۶۲) اشعار محققین نے شمار کرائے ہیں اس طرح سے کہ:

مطلع (۱۲) ابیات، خواہش نفس ۱۶، نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۳۰، مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۹، معجزات ودعوت ۱۰، مدح القران الکریم ۱۷، معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۳، جہاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲۲، استغاثہ ۱۴، اور مناجات ۹، اشعار۔ (۲)

بردہ کے تراجم وشروح

دائرہ معارف اسلامیہ کے قول کے مطابق:

اس کی نوّے سے زیادہ شرحیں عربی ،فارسی ،ترکی ،بربر، اردو میں لکھی جا چکی ہیں ۔ اس کی تخمیس ،تثلیث اور تشطیر میں جو نظمیں لکھی گئیں ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔(۳)

پھر ایک دوسری جگہ مذکور ہے:

اس کا ترجمہ اردو ،انگریزی ، لاطینی ،المانی ، فارسی ،ترکی اور بربری زبان میں کیا گیا ہے،اور ایک سو کے قریب عربی ،فارسی ،ترکی اور بربری زبانوں میں شرحیں لکھی گئی ہیں ۔ عبید اللہ یعقوب الغفاری ، ابن ہشام النحوی ، خالد بن عبد اللہ الازہری اور شہاب الدین القسطلانی (شارح بخاری) کی شروح خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔بہت سے شعرا نے قصیدہ بردہ کی تثلیث، تخمیس، تسبیع اور تشطیر رقم کی ہیں ۔(۴)

تاریخی اعتبار سے اولین شرح ابو شامہ عبد الرحمن بن اسماعیل الدمشقی

(۵۹۶ھ۔۱۱۹۹ تا ۶۶۵ھ۔۱۲۶۶) کی ہے۔(۵)

اُمتِ مسلمہ میں اس کی قبولیت ذروہ کمال پر تھی اور ہے۔آج بھی عرب وعجم میں یہ یکساں مقبول ہے اور لوگ اس کو حرزِ جان بنائے ہوئے ہیں، حتیٰ کہ اس کے روحانی اثرات سے کماحقہٗ بہرہ مند ہوئے۔

بردہ کا تتبع

قصیدہ بردہ کی مقبولیت اور اعزاز نے دلوں کو مسخر کرلیا تھا۔ چنانچہ مصر کا عظیم شاعر امیر الشعراء، احمد شوقی (۱۸۶۸ء تا ۱۹۳۲ء) نے اسی نہج پر اور اسی بحر میں میم (م) کی ردیف کی اتباع کرتے ہوئے ایک مبسوط قصیدہ لکھا، نہج البردہ جس میں ایک سو نوے (۱۹۰) اشعار ہیں۔اس کا پہلا شعر یہ ہے:

ریمٌ علی القاع بین البان والعلم
أُحِلّ سفك دمي في الاشهُرِ الحُرُمِ

اِس میں شوقی نے فن فصاحت و بلاغت پر پورا زور صرف کردیا ہے مگر ”قصیدہ بردہ“ کی مقبولیت حاصل نہ کرسکا۔ بردہ اور ہے اور نہج البردہ اور ہے۔

بردہ کے اجزائے ترکیبی

ارباب فن کے نزدیک قصیدہ کے چار اجزائے ترکیبی ہوتے ہیں (۱) تشبیب (۲) گریز (۳) مدح (۴) مدعا یا خاتمہ۔

شاعر قصیدے کی ابتدا میں مناظر قدرت کا جمال بیان کرتا ہے اور پھر اس سے نکلتے ہوئے مدح یا موضوع کی طرف جاتا ہے تو وہ گریز کہلاتا ہے۔ پھر قصیدہ کا خاص عنصر مدح وثنا تعریف وتوصیف ہوتی ہے کیوں کہ اس کے بعد شاعر اپنا مدعا ممدوح سے بیان کرتا ہے اور اس پر قصیدے کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

(۱) بردہ میں تشبیب: پہلے شعر سے لے کر گیارہویں شعر پر مکمل ہوجاتی ہے۔

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٍ
مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰى مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمِ

تا

مَحَضْتَنِي النُّصْحَ لٰكِنْ لَّسْتُ أَسْمَعُهٗ
إِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِيْ صَمَمِ

(۲) بردہ میں گریز: بارہویں شعر سے شروع ہو کر اٹھائیسویں شعر پر مکمل ہوتی ہے یعنی

إِنِّي اتَّهَمْتُ نَصِيْحَ الشَّيْبِ فِيْ عَذَلِيْ
وَالشَّيْبُ أَبْعَدُ فِيْ نُصْحٍ عَنِ التُّهَمِ
وَ لَا تَزَوَّدْتُ قَبْلَ الْمَوْتِ نَافِلَةً
وَلَمْ أُصَلِّ سِوٰى فَرْضٍ وَّلَمْ أَصُمِ

(۳) بردہ میں مدح: یہ انتیسویں شعر سے شروع ہو کر ایک سو پچپنویں شعر پر ختم ہوتی ہے۔

ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ أَحْيَى الظَّلَامَ إِلٰى
أَنِ اشْتَكَتْ قَدَمَاهُ الضُّرَّ مِنْ وَّرَمِ

تا

فَإِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

(۴) بردہ میں خاتمہ یا مدعا پھر ایک سو چھپن (۱۵۶) سے آخری تک مدعا اور خاتمہ ہے یعنی

يَا نَفْسُ لَا تَقْنَطِيْ مِنْ زَلَّةٍ عَظُمَتْ
إِنَّ الْكَبَائِرَ فِي الْغُفْرَانِ كَاللَّمَمِ

(ملخص از کشف بردہ)

بردہ اور ترجمہ کے اوزان عروضی

اشعار کے لیے مخصوص اوزان ہوتے ہیں جن پر غنائیت موثر ہوتی ہے۔نظم ونثر کا یہ واضح فرق ہے۔ بردہ شریف عربی زبان میں اورشعری ترجمہ اردو زبان میں ہے اس لیے دونوں کے اوزان جاننا چاہیے۔مشہور جید عالم دین جناب ابوالبرکات محمد عبدالمالک خاں صاحب نے حسن الجردہ کے مقدمے میں قصیدے کے وزن پر گفتگو فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: فرماتے ہیں۔

یہ قصدہ مبارکہ بحر بسیط میں ہے۔ وزن مُسْتَفْعِلُنْ فَاعِلُنْ مُسْتَفْعِلُنْ فَاعِلُنْ دو دفعہ۔اور رکن چہارم اس کا ضروری مخبون ہے اور رکن سوم ہر جگہ سالم اور پہلا اور دوسرا رکن کسی جگہ سالم اور کہیں مخبون ہے اور کسی جگہ پہلا مخبون اور دوسرا سالم اور کہیں بالعکس۔خبن اس زحاف کا نام ہے کہ رکن کے اول میں سبب خفیف کے ساکن حرف کو گرادیا جائے جس سے فَاعِلُن سے فَعِلُن اور مُستَفعِلُن سے مَفَاعِلُن رہ جائے گا۔حرفِ ردی میں بہت جگہ اشباع واقع ہوا اور بعض جگہ نہیں جیسا کہ حمی اور ظمی میں''۔(۷)

جب کہ ترجمہ کا وزن راقم الحروف کے نزدیک بحر رمل مثمن مخذوف یا پھر مقصور ہے۔یعنی فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن یا پھر فاعلان دو بار جیسا کہ تلخیص بحرالفصاحت میں مذکور ہے۔

بردہ کا وزن: مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن — بسیط مثمن سالم

مفاعلن فعلن مفاعلن فَعِلُن — بسیط مثمن مخبون

آمن تذکر جیران بذی سلم
مزجت دمعا جری من مقلة بدم

ترجمہ کا وزن: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن — رمل مثمن محذوف

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلان — رمل مثمن مقصور

یاد آئے کیا تمہیں ہمسائیگان ذی سلم
خون کے آنسو بہاتی ہے تمہاری چشم نم

ترجمے کی بعض خصوصیات

(۱) حضرت مفکر اسلام کے اس شعری ترجمے کی بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے شعری ترجمے میں قصیدہ کا عکس اُتارتے ہوئے ردیف 'م' ہی رکھا ہے اور جس طرح سے حضرت امام بوصیری علیہ الرحمۃ والرضوان نے قافیہ میں ''م'' کی رعایت کی ہے اسی طرح حضرت مفکر اسلام نے بھی قوافی میں ''م'' کی رعایت کی ہے۔اور ایک شاعر کو یہ معلوم ہے کہ قوافی کا حصول کتنا مشکل ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس شعری ترجمے میں عربی فارسی اور اردو تینوں طرح کے قوافی موجود ہیں۔مگر خوبی کی بات یہ ہے کہ شعر میں وہ پیوندکاری محسوس نہیں ہوتی بلکہ اردو زبان کا حصہ لگتی ہے۔حالانکہ بہت سارے لوگوں نے بردہ شریف کا اردو نظم میں ترجمہ کیا ہے مگر مقید قوافی سے ہٹ کر کے ہر شعر کا دوسرا قافیہ استعمال کیا ہے۔جب کہ اس ترجمے میں پورے قصیدے میں''م'' کا التزام ملحوظ ہے۔

(۲) ترجمہ بہت رواں، شستہ اور مربوط ہے۔دونوں زبانوں پر گرفت مضبوط ہونے کی وافر دلیل قصیدے کے ترجمے میں موجود ہے۔ان دو اشعار کو ملاحظہ فرمائیے۔

شعر(۶)

فَکَیْفَ تُنْکِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ
بِهٖ عَلَیْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَ السَّقَمِ

ترجمہ:

عشق کا انکار کب ممکن کہ ہیں عادل گواہ
آنکھ کے آنسو تمہارے اور جسم پُر سَقم

شعر(۷)

وَاَثْبَتَ الْوَجْدُ خَطَّیْ عَبْرَةٍ وَّضَنًی
مِّثْلَ الْبَهَارِ عَلٰی خَدَّیْكَ وَالْعَنَمِ

ترجمہ:

ترے رخساروں پہ مثلِ زردِ گل اور شاخ سُرخ
عشقِ کمزوری کے اور آنسو کی تحریریں رقم

(۳) کہیں کہیں معنی لزومی کا التزام کر کے شعر کو مزید جاذب بنا دیا گیا ہے۔ یہ شعر دیکھئے:

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَّ فِيْ خُلُقٍ
وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّ لَا كَرَمٍ

ترجمہ:

اپنی خِلقت اور اپنے خُلق میں سب سے بلند
انبیاء بھی دور ہیں در منصب علم و کرم

اس شعر میں لفظ ”لَمْ يُدَانُوْهُ“ ہے جس کا ترجمہ ہوگا، قریب نہیں ہوئے تو اس کا لزومی معنیٰ دور ہونا ہوا، اس کو مفکر اسلام نے ”انبیاء بھی دور ہیں“ سے کیا ہے۔ اور یہ شاعر کی قابلیت اور فن پر گہری گرفت سے ہی ممکن ہوتا ہے۔

تراجم کا ایک تقابلی جائزہ

میرے سامنے بردہ شریف کے منظوم تراجم کے دو نسخے موجود ہیں ایک ہے جناب عبداللہ ہلالی صدیقی کا اور دوسرا ہے جناب ڈاکٹر مہر عبدالحق کا، ان دونوں حضرات نے بھی نظم میں قصیدے کا ترجمہ کیا ہے اور عمدہ کیا ہے مگر مفکر اسلام کے ترجمے میں جو چیز محسوس ہوتی ہے وہ کچھ اور ہی ہے، یہاں دو چند اشعار کا تقابل پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سے قاری خود فیصلہ کرلے گا کہ کس میں کیا جوہر ہے؟

شعر (۱۸)

وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ اِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلٰى
حُبِّ الرَّضَاعِ وَاِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِمِ

عبداللہ ہلالی

نفس ہے بچہ جو چھوڑے جب چھڑایا جائے گا
ورنہ یہ ہو کر بڑا بھی دودھ پیتا جائے گا

ڈاکٹر مہر عبدالحق

نفس بچہ ہے اسے حبّ رضاعت سے چھڑا
ورنہ اس میں تا جوانی مبتلا رہ جائے گا

مفکر اسلام

نفس انساں اپنی خواہش میں ہے طفلِ شیر خوار
پیتا جائے گا چھڑا دوگے تو ہو گا منفصم

امام بوصیری کے مفہوم کو تینوں شاعروں نے اپنے اپنے اعتبار سے ادا کیا ہے۔ سب نے عمدہ کیا ہے مگر علامہ قمر اعظمی صاحب نے جس اُسلوب بیان کو اپنایا ہے وہ قصیدہ کا عین لگتا ہے:

شعر (۴۵)

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللهِ لَيْسَ لَهٗ
حَدٌّ فَيُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٍ

عبداللہ ہلالی

ہاں رسول اللہ کا ہے فضل بحر بیکراں
کیا کوئی ظاہر کرے گا ہو نہیں سکتا بیاں

ڈاکٹر مہر عبدالحق

ہیں رسول اللہ کے افضال بے حد بے کراں
ناطق ایسا کون ہے جو کر سکے ان کو بیاں

مفکر اسلام

ان کے فضل پاک کا ممکن نہیں کہ ہو بیاں
فکر انساں سے کہاں ممکن کرے مدحت رقم

(۳۶)

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحَمِ

عبداللہ ہلال

ہے شفاعت کی اُمید ایسے ہیں محبوب خدا
ہو لہائے حشر میں جب وقت آئے خوف کا

ڈاکٹر مہر عبدالحق

آپ ہیں محبوب حق اور شافعِ روزِ جزا
ناگہانی آفتوں میں آپ کا ہے آسرا

مفکر اسلام

وہ حبیب رب ہیں ان سے ہے شفاعت کی اُمید
حال و مستقبل کے ہر اک خوف میں ان کا کرم

یوں تو ہر ترجمہ قیمتی ہے مگر علامہ قمر اعظمی صاحب نے ”لکل ھول“ کا ”حال و مستقبل کے ہر اک خوف“ سے ترجمہ کر کے شعر کی معنویت اور ہمہ جہتی کو مکمل محفوظ کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ یہ چند معروضات ہیں، صفحات کی قلت دامنگیر ہے ورنہ اس منظوم ترجمہ کے محاسن کا ایک سلسلہ ہے، کوئی اہل دل اہل قلم کبھی اس کو پورا کرسکتا ہے، رب کریم حضرت مفکر اسلام کا سایہ صحت و سلامتی کے ساتھ دیر تک قائم رکھے اور تشنگانِ معرفت ان سے سیرابی

حاصل کرتے رہیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ﷺ

فقیر محمد قمر الحسن قمؔر بستوی غفرلہ القوی
امام وخطیب مسجد النور مرکز، ہیوسٹن، امریکہ
چیئرمین رویت ہلال کمیٹی آف نارتھ امریکہ،
بانی بزم حسان انٹرنیشنل نعت اکیڈمی، ہیوسٹن

مورخہ ۲۸؍محرم الحرام ۱۴۴۰ھ
۸؍اکتوبر ۲۰۱۸ء دوشنبہ

مراجع:

(۱) خیابان مدحت، علامہ قمر الزماں اعظمی ص: ۱۲ تا ۱۳ سنی فاؤنڈیشن، بریڈ بورڈ
(۲) دائرۂ معارف اسلامیہ، ج: ۵ ص: ۵۲ دانش گاہ پنجاب لاہور
(۳) دائرۂ معارف اسلامیہ، ج: ۴ ص: ۷۹-۳ دانش گاہ پنجاب لاہور
(۴) دائرۂ معارف اسلامیہ، ج: ۵ ص: ۵۳ دانش گاہ پنجاب لاہور
(۵) دائرۂ معارف اسلامیہ، ج: ۴ ص: ۷۹-۳ دانش گاہ پنجاب لاہور
(۶) کشف بردہ، نفیس احمد مصباحی ص: ۳۴ تا ۳۷، المجمع القادری مبارکپور
(۷) حسن الجردہ فی شرح القصیدۃ البردۃ، ابوالبرکات محمد عبد المالک خان، ص: ۱۹: زاویہ پبلشر، لاہور

قصیدہ بردہ کا منظوم ترجمہ: ایک شعری آبشار

[مفتی] توفیق احسنؔ برکاتی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

شاعر ’’قصیدہ بردہ‘‘:

علامہ محمد بن سعید شرف الدین بوصیری قدس سرہ ساتویں صدی ہجری کے ایک صوفی مصری شاعر اور سلسلہ شاذلیہ کے صاحب نسبت و اجازت بزرگ تھے، ان کی ولادت ’’دلاص‘‘ میں [۶۰۸ھ میں] اور وفات ’’اسکندریہ‘‘ میں [۶۹۷ھ میں] ہوئی، عربی زبان کے قادر الکلام شاعر اور پختہ فکر ادیب کا مکمل دیوان مصر سے کئی بار چھپ چکا ہے، جس میں مختلف متصوفانہ و عارفانہ موضوعات پر کئی مہتم بالشان قصائد موجود ہیں اور کچھ کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ البتہ اس صوفی نعت گو شاعر کو سب سے زیادہ شہرت حالت مِرض میں تحریر کردہ ’’قصیدہ بردہ‘‘ کو حاصل ہوئی، اس ناموری کی کئی وجوہات میں ایک اہم وجہ اس قصیدہ میمیہ کا بارگاہ رِسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مقبول ہونا ہے، فالج زدہ حالت میں نعتیہ قصیدہ تحریر کرنا، خواب میں صاحب نِعت [صلی اللہ علیہ وسلم] کی زیارت، قصیدے کی سماعت اور چادر مبارک کا حصول، فالج شدہ حصہ کا مکمل شفایاب ہونا اور پھر اس واقعے سے کئی واقعات کا جڑنا یہ ایسے حقائق ہیں جنھوں نے قصیدہ بردہ کو شہرت کے بام عروج تک پہنچا دیا، ایک وجہ اور بھی ہے کہ یہ شاعری دل کی شاعری ہے، آمد کی شاعری ہے، آپ بیتی ہے، جسے قبولیتِ عامہ کا شرف حاصل ہوا ہے۔

قصیدہ بردہ شریف کی اولاً متعدد عربی شروحات، تضمینات، تشطیرات اور تراجم لکھے گئے، دنیا کی مختلف زبانوں میں منثور و منظوم ترجمہ آج تک ہو رہا ہے اور بے شمار شرحیں کچھ مختصر کچھ طویل آج تک لکھی جا رہی ہیں، اس قصیدے کے عرب شارحین میں ابن الصائغ، علی بن محمد قلصائی، شهاب الدین ابن العماد، علاء الدین بسطامی، یوسف بن ابی

اللطف، یوسف البسطامی، ملا علی القاری، شیخ زادہ محی الدین، جلال الدین محلی، محمد بن احمد المرزوقی، عبد الحق بن عبد الفتاح، محمد المصری، زکریا الانصاری، عمر الخربوتی، امام قسطلانی، محمد بن مصطفی مورنی، محمد عثمان مرغنی، شیخ حسن عدوی اور علامۃ باجوری نمایاں ہیں۔ مذکورہ شارحین کا زمانہ آٹھویں صدی ہجری کے نصف آخر سے لے کر چودھویں صدی ہجری کے آغاز تک ہے، فارسی زبان میں سب سے معروف منظوم ترجمہ امام عشق علامہ عبد الرحمن جامی کا ہے، اردو میں دکنی شاعر محمد فیاض الدین نظامی کا منظوم ترجمہ کافی اہم مانا گیا ہے، ماضی قریب اور موجودہ عہد کے اردو شارحین میں علامہ ابو الحسنات محمد احمد قادری [پاکستان] کی کتاب ’’طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ‘‘ اور استاذ گرامی مولانا نفیس احمد مصباحی [جامعہ اشرفیہ، مبارک پور] کی ’’کشف بِردہ‘‘ راقم کی نگاہ سے گزری ہے۔ اور عربی شارحین میں تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا قادری علیہ الرحمہ کا نام نمایاں ہے جنھوں نے ’’الفردۃ فی شرح البردۃ‘‘ کے نام سے قصیدہ بردہ کی لسانی، نحوی، صرفی، بدیعی اور وضاحتی تشریح فرمائی ہے۔ یہ کتاب تین سو نو [۳۰۹] صفحات میں بریلی شریف سے شائع ہو چکی ہے۔

قصیدہ بردہ کے تین منظوم اردو تراجم راقم الحروف کے مطالعے میں آئے ہیں، ایک دائرہ شاہ اجمل، الہ آباد کے سجادہ نشیں ممتاز شاعر و ادیب حضرت سید محمد اکمل اجملی جنیدی کا ’’قصیدہ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ‘‘ کا منظوم ترجمہ [سال نامہ اہل سنت کی آواز، مارہرہ، شمارہ: اکتوبر ۲۰۱۰ء، ص: ۱۶۲ تا ۱۷۶] اور اہم بات یہ کہ یہ منظوم ترجمہ بھی میم کے قوافی میں ہے جیسا کہ قصیدہ بردہ شریف ہے۔ دوم پاکستانی ممتاز شاعر سجاد حسین ساجد کا ’’ساقی کوثر‘‘ [سہ ماہی فروغ نعت، اٹک پاکستان، شمارہ ۶ – ۲۰۱۴ء] سوم مفتی سید عبد الفتاح اشرف علی گلشن آبادی کا، جو ’’دیوان اشرف الاشعار‘‘ میں شامل ہے۔ ڈاکٹر سعیدہ اختر پٹیل [ممبئی] نے اس کی تدوین و تحقیق کے بعد ایک مبسوط سوانحی تحریر لکھ کر ’’سید عبد الفتاح اشرف علی گلشن آبادی

اور قصیدہ بردہ: ایک تحقیقی مطالعہ" کے نام سے شائع کیا ہے۔

علامہ قمر الزماں اعظمی کا سراپا: متناسب قد وقامت، درمیانی سے اعلیٰ، بھرا بھرا جسم، کٹھیل بدن، مضبوط کلائیاں، ستواں ناک، کشادہ پیشانی، کھلتا ہوا گندمی رنگ، دونوں رخسار بھرے بھرے، بھوئیں ابھری ہوئیں، ہالہ لیے ہوئے، آنکھیں روشن، نور نور جن میں گہرے تفکر کی جھلک ہمیشہ نظر آتی ہے، دندان خوب صورت چمک دار، داڑھی کے بال سفید بزرگی کا اعلان کرتے، ہونٹ لفظ ومعنی کا اظہار یہ، مسکراتا تبسم بکھیرتا چہرہ، رعب اور علم کا نمائندہ، روحانیت کی آماج گاہ، پاکیزہ اخلاق وکردار کا اعلامیہ، اندازِ گفتگو انتہائی سنجیدہ علمی آہنگ لیے ہوئے، تاریخی شعور انتہائی پختہ، عالمانہ وقار، مفکرانہ ذہن، مدبرانہ فکر اور وضع دار شخصیت کے مالک۔ یہ ہیں دنیائے اسلام کے عالمی شہرت یافتہ خطیب "علامہ قمر الزماں اعظمی"۔

ولادت: آپ کی ولادت ۲۳/مارچ ۱۹۴۶ء کو موضع خالص پور، ضلع اعظم گڑھ، اتر پردیش میں ہوئی۔ گھر کا ماحول خالص اسلام کے رنگ میں رنگا ہوا تھا، ہر طرف دین کا چوکھا رنگ نظر آتا تھا۔ والد ماجد جناب عبدالحمید خان ناتواںؔ علاقے کے مہذب ترین انسان، زبان وادب سے دل چسپی رکھنے والے، شعائر مذہبی کے پابند تھے۔ صوم وصلوٰۃ و اوراد و وظائف میں انتہائی مشہور وضع دار شخصیت کے مالک تھے، جن کی حد درجہ شفقت وعنایت اور دینی تعلیم وتربیت کی پابندی اور فکر وفہم نے علامہ اعظمی پر خاص اثر ڈالا۔ بھرپور توجہ کے ساتھ بذات خود تعلیم دی، زبان وادب سے آشنا کیا، آپ کے دادا مرحوم بھی پابند صوم وصلوٰۃ تھے، زبان وبیان کے ماہر، حافظہ بڑا مضبوط تھا، فارسی کا علم رکھتے تھے، علامہ کی تربیت میں والد محترم اور دادا مرحوم دونوں کا خاص دخل تھا اور یہ سب کچھ اسی خاندانی علمی ماحول کی وجہ سے ممکن ہو سکا۔ آپ نے ایک بار دورانِ گفتگو اس بات کا اظہار فرمایا: "ہمارے دادا مرحوم فارسی کا علم رکھتے تھے۔ بہت سے فارسی ضرب الامثال محاورات ان کے زبان زد تھے۔"

تعلیم وتربیت: آپ نے والد محترم کی خواہش کے مطابق ابتدائی تعلیم قرآن مجید اور اردو

زبان کی ابتدائی کتابوں کی تحصیل خود والد ماجد سے کی، گھر ہی پر پڑھ کر شعور وعلم کی منزل تدریجاً طے کرنا شروع کیا۔ جب شعور وآگہی میں پختگی آئی تو گاؤں کے قریب چند کلومیٹر کی دوری پر واقع جین پور کے مدرسہ انوار العلوم میں داخلہ لیا، یہ ۱۹۵۶ء کا زمانہ تھا۔ وہاں رہ کر ماہر اساتذہ کی نگرانی میں عربی اور فارسی سیکھی۔ ۱۹۵۸ء میں مولوی کا امتحان الہ آباد بورڈ سے پاس کیا اور اسی سال دار العلوم اشرفیہ [مبارک پور] میں داخلہ لیا، تین سال وہاں رہے، ۱۹۶۱ء میں ندوۃ العلماء [لکھنؤ] میں داخلہ لیا، وہاں سے عالمیت کی سند ۱۹۶۳ء میں حاصل کی۔ [ندوہ میں دوران تعلیم "مریخ" نامی ایک پرچہ نکالا گیا، آپ اس کے ایڈیٹر منتخب ہوئے۔] ندوہ سے واپس جامعہ اشرفیہ، مبارک پور آئے اور ۱۹۶۶ء میں صحیحین کا امتحان دینے کے بعد دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔ جہاں رہے، محنت سے پڑھا اور زبان وادب پر خاص توجہ دی۔

اساتذہ:

(۱)۔ حافظ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی
(۲)۔ علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی
(۳)۔ بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی
(۴)۔ مولانا ظفر ادیبی مبارک پوری
(۵)۔ مولانا قاری محمد یحییٰ اعظمی
(۶)۔ مولانا سید حامد اشرف کچھوچھوی
(۷)۔ مولانا شمس الحق گجہڑوی
(۸)۔ مولانا خلیل احمد کچھوچھوی

بیعت وخلافت:

۱۹۶۳ء میں مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا نوری علیہ الرحمہ سے مرید ہوئے، ۱۹۷۷ء میں انھیں سے خلافت پائی۔

علوم وفنون: مروجہ درس نظامی کے فنون میں فقہ، اصولِ فقہ، کلام وعقائد، حدیث واصول حدیث، تفسیر، علم الفرائض، تجوید، اسماء الرجال، منطق وفلسفہ، نحو وصرف، بلاغت، بیان وبدیع، عروض، انشاوادب، تاریخ، سیرت، مناظرہ، وغیرہا علوم میں کمال رکھنے کے علاوہ آپ کو سائنس، جومیٹری وغیرہ فنون سے بھی گہری واقفیت ہے اور موضوعات اسلامی بشمول تاریخ وسیر، عقائد وکلام اور تقابل ادیان پر گھنٹوں بلکہ کئی کئی شب وروز بے تکان گفتگو کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے عالمی مسائل، عصری کرب، بین الاقوامی صورت حال پر بلا مبالغہ کئی کئی گھنٹے تقریر کرتے رہتے ہیں اور مواد باقی رہتا ہے۔

علمی وتدریسی خدمات: ابتدائی دور میں آپ نے مدرسے میں تدریس وتعلیم کا فریضہ انجام دیا۔ ۱۹۶۳ء میں مفتی نانپارہ علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ کی خواہش پر بہرائچ شریف ان کے مدرسے میں چھ مہینے تک طلبہ کو تعلیم دی۔ اس کے بعد شعبان میں گھر آئے تو دوبارہ نہیں گئے۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی ایما پر ۱۹۶۴ء میں آپ قصبہ روناہی فیض آباد تشریف لے گئے اور باقاعدہ ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جو اِس وقت الجامعۃ الاسلامیہ کے نام سے ہندوستان کے اہل سنت وجماعت کے اداروں میں ایک ممتاز ادارہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ ادارہ علامہ کا ہی قائم کیا ہوا ہے اور آج بھی آپ اس جامعہ کے سرپرست اعلیٰ ہیں اور باقاعدہ سرپرستی فرماتے ہیں۔

طلب علم سے فراغت کے بعد کا وہ دور جو ہندوستان میں گزرا، وہ ۱۹۶۳ء یا ۱۹۶۴ء سے لے کر ۱۹۷۴ء تک کا ہے۔ اس کے بعد برطانیہ آپ کی روانگی ہوئی، میدان عمل میں اترنے کے بعد ہندوستان میں قیام کا دس سالہ دور بڑا مصروف ترین رہا۔ نانپارہ میں تھے تب بھی اور روناہی گئے تب بھی۔ آپ نے خود بیان کیا: ''۱۹۶۳ء یا ۱۹۶۴ء سے لے کر ۱۹۷۴ء تک ہندوستان میں مستقل قیام کی مدت میں پورے ملک کا دورہ کیا شاید کوئی قصبہ یا کوئی شہر ایسا ہوگا جہاں میں نے تقریر نہیں کی ہو، شاید کوئی کانفرنس جو اس زمانے میں ہوئی ہو اور میں شریک نہ ہوا ہوں، شہید اعظم کانفرنس سے کرسیوان کانفرنس تک۔''

یہ ساری کوششیں دین اسلام کے فروغ اور مذہبی تعلیمات کی ترویج واشاعت کی غرض سے تھیں، تاکہ جامعہ کا بھی چرچا ہو، مسلمانوں کو مذہبی تعلیم کی اہمیت معلوم ہو اور ان کے بچے مدرسے میں داخلہ لے کر دینی تعلیم سے آراستہ ہوں۔

۱۹۷۳ء میں مکۂ مکرمہ میں اہل سنت وجماعت کی انٹرنیشنل نمائندہ تنظیم ''ورلڈ اسلامک مشن'' کا قیام عمل میں آیا، بانیان میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی اور رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہما الرحمہ کا نام آتا ہے۔ اسی سال اس تنظیم کے تحت چند ماہ کے دورے پر آپ کو بلایا گیا تو آپ نے وہاں دوران قیام لوگوں کے دلوں پر وہ تاثر چھوڑا کہ وہ کسی بھی طرح آپ کو واپس بھیجنے پر راضی نہ ہوئے بالآخر آپ کو اقامت پذیر ہو جانا پڑا۔ ۱۹۷۴ء سے تا حال برطانیہ میں مقیم ہیں اور دین وسنیت کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ابتدا میں ورلڈ اسلامک مشن کے جوائنٹ سکریٹری کی حیثیت سے کام کیا، ۱۹۸۰ء میں جنرل سکریٹری بنائے گئے، جب سے تا حال اسی منصب پر قائم رہ کر مختلف ممالک میں دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے برطانیہ میں اہل سنت کا پہلا اردو دعوتی مجلہ ''الدعوۃ الاسلامیۃ'' کا اجرا فرمایا۔ ۱۹۸۶ء میں ''حجاز انٹرنیشنل'' کے نام سے ماہانہ پرچے کا اجرا کیا، اس وقت بھی جرمنی سے ''صدائے حق'' اور ساؤتھ افریقہ سے ''دی میسیج'' شائع ہو رہا ہے۔

اس وقت آپ ورلڈ اسلامک مشن کے جنرل سکریٹری ہیں اس تنظیم کے تحت بہت سے ملکوں میں کئی مساجد اور اداروں کا قیام آپ کی کاوشوں سے عمل میں آیا، ناروے، ہالینڈ، امریکہ، کینیڈا، بریڈفورڈ، برطانیہ، فلسطین، برطانیہ، ایران، جرمنی، عراق، لیبیا وغیرہا ممالک ایشیا ویورپ تک آپ کی دینی وملی خدمات کا دائرہ وسیع ہے، کہیں مساجد قائم کیں، کہیں ادارے کی بنیاد رکھی، کہیں کوئی تنظیم قائم کی۔ بریڈفورڈ، برطانیہ میں نوجوانوں کے لیے ایک ادارہ ''الفلاح'' نام سے قائم کیا۔ یہ یورپ میں نوجوانوں کی پہلی تنظیم ہے آپ اس کے بانی اور سرپرست ہیں۔ علامہ اعظمی کی حیات وخدمات اور سیرت وکردار پر بے شمار اہل علم نے اظہار خیال فرمایا ہے، یہاں

صرف دو تاثرات نقل کیے جارہے ہیں: بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''علامہ قمر الزماں صاحب زید مجدہم نے کچھ دن تک دار العلوم اشرفیہ میں تعلیم حاصل کی، اس وقت بھی آپ کا یہی حال تھا کہ:

بالائے سرش زہوش مندی   می تافت ستارۂ سربلندی

بعد میں وہ ایک بلند پایہ خطیب بن کر منبر خطابت پر جلوہ گر ہوئے تو تمام سامعین بلکہ مقررین نے ان کا لوہا مانا۔ وہ نہایت شریف، متواضع اور خلیق عالم دین ہیں، اور ان کی تبلیغی کوششوں کا میدان یوروپ اور ہند دونوں ہیں، اس کے علاوہ پوری دنیا میں اور سبھی علاقوں میں یکساں محبوب اور مقبول خطیب بلکہ دین کے ایک عظیم داعی مانے جاتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کے علم وعمل اور دین وتقویٰ اور تبلیغ وتاثیر میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، آمین۔''

رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''میں بعض ناگزیر حالات کے پیش نظر [۱۸ر ماہ گزار کر] برطانیہ سے ہندوستان واپس چلا آیا۔ چوں کہ یہاں بھی بہت سارے اُمور ابھی زیر تکمیل تھے، مگر میری ہندوستان واپسی کے بعد علامہ قمر الزماں اعظمی نے جس جرأت وہمت، جذب وایثار اور کمالِ اخلاص کے ساتھ ''ورلڈ اسلامک مشن'' کے کام کو پورے مغربی ممالک میں پھیلایا اس کے لیے وہ ہم سب کی دُعاؤں کے مستحق ہیں۔ انھوں نے ان راہوں میں اُٹھنے والے تمام طوفانوں کا بے حد صبر وضبط کے ساتھ مقابلہ کیا اور بدعقیدہ اربابِ ستم پیشہ کو ہر محاذ پر کھل کر مقابلے کی دعوت دی۔''

مقالاتِ خطیبِ اعظم: خطابت کے ساتھ تحریر وقلم سے ان کی وابستگی زمانہ طالب علمی سے رہی، جامعہ اشرفیہ کا علمی ماحول، مبارک پور کا شعری ماحول، ندوہ کی ادبی مجلسیں انھیں شعر وسخن اور مضمون نگاری سے ہم رشتہ رہنے پر مجبور کرتی رہیں اور اس کے نتائج بھی برآمد ہوتے رہے۔ محترم غلام مصطفی رضوی [رکن نوری مشن، مالیگاؤں] نے ''مقالات خطیب اعظم'' کے نام سے علامہ قمر الزماں اعظمی کے دعوتی علمی وفکری مضامین، مقالات اور اداریوں کا منتخب مجموعہ مرتب کیا

ہے۔ جسے چند سالوں پیشتر رضا اکیڈمی ممبئی نے ۲۷۲ صفحات میں مجلد شائع کیا ہے۔ ان مقالات کی طباعت واشاعت کا قرعۂ فال رضا اکیڈمی کے نام اس لیے بھی نکلا کہ ۳ر اپریل ۲۰۱۱ء میں اسی اکیڈمی نے مفکر اسلام کو ''حضور مفتی اعظم ہند گولڈ میڈل ایوارڈ'' سے نوازا تھا اور ان کی بے لوث دینی ودعوتی خدمات کو خراج احترام پیش کیا گیا تھا۔ اس موقع پر ''تجلیات قمر'' کے نام سے ان پر تحریر کیے گئے اہل علم وقلم کے مضامین ومقالات کا مجموعہ بھی شائع ہوا تھا۔

''**تجلیات قمر**'' ساڑھے چار سو صفحات میں طبع ہوئی ہے جو عربی، اردو اور انگریزی زبان میں تحریر کیے گئے مقالات وتاثرات کا حسین گلدستہ ہے، جس میں تعارف کے تحت ۲۳ر مختصر ومطول مقالات، خطابت کے ضمن میں چار مضامین اور نعت نگاری اور فکر وفن پر پانچ تحریریں، ایک عربی مقالہ، ۳۴ر نثری تاثرات، ۱۰ر منظوم گلہائے عقیدت اور آٹھ مقالات انگریزی زبان میں ہیں۔ راقم الحروف نے بھی ''علامہ قمر الزماں اعظمی: احوال وافکار'' کے نام سے ایک کتاب مرتب کی، جو نومبر ۲۰۱۶ء میں [صفحات: ۱۸۴] ادارہ معارف اسلامی ممبئی سے طبع ہوئی ہے۔

خطبات کا مجموعہ: راقم کے علم میں اب تک ایسے چار مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں جن میں علامہ اعظمی کے خطابات کو جمع وترتیب کا حسن بخشا گیا ہے۔

(۱)۔ خطبات مفکر اسلام، جلد اول کے نام سے ایک کتاب مولانا ریحان رضا انجم مصباحی اور مولانا عبد اللہ سرور اعظمی نے مشترکہ طور پر مرتب کی ہے، جس کی طباعت واشاعت ۱۴۲۴ھ/ دسمبر ۲۰۰۳ء میں مکتبہ طیبہ ممبئی سے عمل میں آئی، اس وقت ۲۰۰۷ء کا ایڈیشن میرے پیش نظر ہے۔

(۲)۔ خطبات مفکر اسلام، جلد دوم مولانا محمد ساجد حسین قادری نے مرتب کیا جو اولاً حیدر آباد سے فروری ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا، بعد میں کتب خانہ امجدیہ، دہلی نے فروری ۲۰۱۰ء میں طبع کرایا، اس وقت یہی ایڈیشن ہماری تحویل میں ہے۔

(۳)۔ ''علمی تقریریں''، سنی فاؤنڈیشن، بریڈ فورڈ برطانیہ کے روح رواں محترم عمران چودھری کی ترتیب وتدوین کے ساتھ فروری ۲۰۰۸ء میں منظر عام پر آئی، علامہ اعظمی کی کرم

نوازیوں سے یہ کتاب بھی راقم کے پاس موجود ہے۔

(۴)۔''خطبات امریکہ'' ابھی طباعت کے مرحلے میں ہے، اس میں وہ تقاریر ہیں جو علامہ اعظمی نے امریکہ کی سرزمین پر مختلف کانفرنسوں میں کی ہیں جنھیں حضرت مولانا قمر الحسن بستوی نے جمع کرلیا تھا اور اب ان سب کو مولانا محمد ساجد حسین قادری [حیدرآباد] نے ایک مجموعے میں ترتیب دیا ہے۔

خیابانِ مدحت:

مفکر اسلام علامہ قمرؔ اعظمی ایک کہنہ مشق، وسیع الفکر اور قادر الکلام شاعر ہیں، اشعار کے مطالعہ سے علامہ کی وسعت فکری، بلند پروازی اور شاعری کی مقصدیت وافادیت کا بھرپور احساس دل میں اُبھرتا ہے اور یہ خیال پختہ ہو جاتا ہے کہ یہ سب کچھ آمد ہی آمد ہے، یہاں آورد کا دخل نہیں، اشعار کی فنی وعروضی نزاکتوں کی خوب صورت بھرپائی سے معلوم پڑتا ہے کہ شعروسخن اور نعتیہ شاعری سے ان کا ربط ولگاؤ کافی گہرا ہے۔

برجستگی، الفاظ کی موزونیت، قوافی کا حسین انتخاب، پیکر تراشی، شعری وفنی محاسن کا برمحل استعمال، عمدہ صنائع وبدائع کی جھلک، ماحولیات کی دلکش عکاسی، عالمی تناظر میں اُمت مسلمہ کی حالت زار، قوم مسلم کے لیے انقلابی پیغام کا اچھوتا انداز بیان، بلندیِ خیال اور ندرتِ فکر کو ان کی شاعری کا خصوص کہا جاسکتا ہے، اشعار کے مطالعہ سے علامہ کی علمی گیرائی وگہرائی، وسعت مطالعہ اور بیش بہا مشاہدات وتجربات کی دل آویزی صاف طور پر نمایاں ہوتی ہے۔

ان کا شعری مجموعہ ''خیابانِ مدحت'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس مجموعہ میں ایک حمد، ۶۷ نعتیں، ۵ مناقب، ۲ سلام، ایک استغاثہ اور ایک ترانہ شامل ہے۔ ''خیابانِ مدحت'' ان کے سوز وگداز، قلبی واردات، آہوں، استغاثوں اور دردمندیوں کا بالکل اچھوتا اظہاریہ ہے۔ جو پہلی بار مکتبہ طیبہ ممبئی [صفحات: ۱۰۴] سے طبع ہوا اور اضافے کے ساتھ اس کی ترتیب جدید کا فریضہ محترم عمران حسین چودھری نے ادا کیا اور سنی فاؤنڈیشن، بریڈفورڈ، برطانیہ سے مجلد ۳۰۴

صفحات میں شائع کیا ہے۔

''خیابانِ مدحت'' کی شاعری ایک مفکر کی شاعری ہے، ایک بین الاقوامی دانش ور اور جہاں دیدہ مدبر کا شعری سرمایہ ہے اور مشاہدے کی گہرائی نے ان کو عہد جدید کا ایک نمائندہ شاعر بنا دیا ہے، آپ نے اپنی شاعری میں مختلف اَدوار کو سمونے کی شعوری کوشش کی ہے اور کامیابی سے ہم کنار بھی ہوئے ہیں، ایک بیدار مغز اور بے حد حساس انسان زمانے کے ہر چھوٹے بڑے تغیر کو گہری نگاہ سے دیکھتا ہے، انقلابات دہر دیکھ یا سن کر وہ یوں ہی گزر نہیں جاتا بلکہ اس کے اسباب وعوامل اور عواقب ونتائج کے متعلق سنجیدگی سے سوچتا ہے اور اس کے ہر حسن وقبح سے قوم کو آگاہ کرنا اپنا فرض منصبی جانتا ہے، وہ شاعری برائے شاعری نہیں کرتا بلکہ اس کا سارا ادبی سرمایہ ادب برائے زندگی کے اصول پر قائم رہتا ہے۔ اور اب قصیدہ بردہ شریف کا اردو منظوم ترجمہ کرکے انھوں نے دنیا کو چونکا دیا ہے۔

قصیدہ بردہ کا منظوم ترجمہ:

قصیدہ بردہ کا یہ منظوم اردو ترجمہ بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک اہم کڑی ہے جو مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی [لندن] کی فکری وشعری کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ علامہ اعظمی نے یہ ترجمہ شہر رسول [صلی اللہ علیہ وسلم] کی برکات سے ہم آغوش ہو کر مکمل کیا ہے، کتاب کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں:

''ایک طویل زمانے سے یہ خواہش تھی کہ کاش اس عربی قصیدے کا اردو نظم میں ترجمہ ہو جاتا جس کو نعت شریف پڑھنے والے قصیدے کے اشعار کے ساتھ پڑھتے تو لوگ فیض یاب ہوتے مگر حضرت علامہ بوصیری علیہ الرحمہ کی جلالت شان اور قصیدہ مبارکہ کی مقبولیت وعظمت کو دیکھ کر ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ میں منظوم ترجمہ کی کوشش کروں۔ پھر بھی اپنی کم مائیگی کا مکمل احساس کرتے ہوئے میں نے چند اشعار کا ترجمہ کرنے کا شرف حاصل کیا اور حصولِ برکت کے لیے عندلیب گلشن رسالت جناب الحاج قاری محمد رضوان صاحب نائب امیر سنی دعوت اسلامی کو

سنایا تو انھوں نے بہت پسند کیا اور خواہش ظاہر کی کہ میں اسے جلد مکمل کر دوں اور پھر ممبئی سے بذریعہ فون تاکید بھی فرماتے رہے۔ بفضلہ تعالیٰ گزشتہ رمضان شریف میں سرکار ابد قرار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور وہیں میں نے فیصلہ کرلیا کہ منظوم ترجمہ مدینۃ الرسول علیہ السلام میں ہی مکمل کرلوں۔ سرکار علیہ السلام کی نظر عنایت ہوئی اور چند روز کے اندر مدینہ مشرفہ میں منظوم ترجمہ مکمل ہوگیا۔" [مقدمہ، از مترجم، ص:۔۔۔۔]

کسی بھی زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ ویسے بھی ایک مشکل کام ہے کیوں کہ دونوں زبانوں کا اپنا مزاج، اپنے خاص لفظیات، تراکیب، محاورے، ضرب الامثال اور قواعد ہوتے ہیں جنھیں ترجمہ نگاری کے وقت برتنا پڑتا ہے، لیکن یہ مشکل اور بڑھ جاتی ہے جب کسی شعر کا ترجمہ شعر میں کرنا ہو، یہ بجائے خود ایک اجتہادی کوشش ہوتی ہے جس میں ایک ترجمہ نگار شاعر اپنی فکر کا لہو نچوڑتا ہے اور الفاظ و تراکیب کی بنت میں زبان و بیان کی نزاکت اور معانی و مطالب کی صحت کا خاص خیال رکھتا ہے ورنہ وہ ترجمہ نہ ہو کر چیستان بن جائے گا اور ترجمہ نگار کی رسوائی کا باعث ہوگا۔ راقم الحروف نے قصیدہ بردہ کا اب تک جو تین منظوم ترجمہ دیکھا ہے اس میں یہ خوبی پوری تمازت کے ساتھ موجود ہے اور اسی رنگ کا احساس زیر نظر ترجمہ دیکھ کر ہوتا ہے۔

لیکن چوں کہ علامہ اعظمی کی زبان و بیان کا معیار "ادب العالیہ" کو سلامِ محبت پیش کرتا ہے اور ویسے بھی شعر کی تفہیم عام آدمی کے لیے ایک مشکل مسئلہ ہوتی ہے، اس لیے ضرورت تھی کہ ان اشعار کی آسان اردو میں تشریح و توضیح کر دی جائے تا کہ ہر خاص و عام کے لیے ان اشعار کا سمجھنا سہل ہو جائے۔ تشریح کا یہ گراں بہا کام مولانا سید غلام خواجہ معین الدین قادری [لیکچرر ڈاکٹر ذاکر حسین جونیئر کالج، پربھنی، مہاراشٹر] نے بہ حسن و خوبی مکمل کیا اور ہر اُردو شعر کے ساتھ امام بوصیری کا عربی شعر بھی ترتیب دیا تا کہ پورا منظر قاری کی نگاہ میں تابندہ رہے اور افکارِ بوصیری سے مکمل آشنائی حاصل ہو سکے۔

امام شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ کے قصیدہ بردہ شریف کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

اَ مِنۡ تَذَکُّرِ جِیۡرَانٍ بِذِی سَلَمٖ
مَزَجۡتَ دَمۡعاً جَرٰی مِنۡ مُقۡلَۃٍ بِدَمٖ

یاد آئے کیا تمھیں ہمسائگان ذی سلم
خون کے آنسو بہاتی ہے تمھاری چشم نم

اور اختتامیہ شعر یہ ہے:

مَا رَنَّحَتۡ عَذَبَاتُ الۡبَانِ رِیۡحُ صَبَا
وَاَطۡرَبَ الۡعِیۡسَ حَادِی الۡعِیۡسِ بِالنَّغَمٖ

ہو درود جب تک صبا گلزار میں چلتی رہے
سارباں اونٹوں پہ جب تک ہوں حدی خواں پُر نغم

"قصیدہ بردہ" میں کل دس فصلیں ہیں اور یہ قصیدہ ۱۶۰/ اشعار پر مشتمل ہے، اس کے بعد ۷/۸/ اشعار بعض صالحین کا اضافہ ہیں، جو قصیدۂ بردہ کی طرز پر تحریر کیے گئے ہیں جن کے متعلق تاج الشریعہ مفتی اختر رضا قادری علیہ الرحمہ "الفردۃ فی شرح البردۃ" میں لکھتے ہیں:

"ویوجد فی بعض النسخ أبیات لم یشرح علیھا أحد من الشارحین لکن لا بأس بھا۔" [ص:۳۰۸]

بعینہ یہی عبارت شیخ باجوری نے اپنی شرح بردہ میں تحریر کی ہے۔ [شرح البردۃ للشیخ ابراھیم الباجوری، مکتبۃ الصفا، القاھرۃ، ص:۲۸]

شیخ ابراہیم باجوری کی شرح کی ابتدا میں قصیدۂ بردہ کا مکمل عربی متن بھی دیا گیا ہے جو ۱۶۱/ اشعار پر مشتمل ہے، اس میں شعر نمبر ۵۴ بھی بعض نسخوں ہی میں ملتا ہے۔ اس کے بعد سات شعر مزید درج ہیں حالاں کہ انھوں نے صحیح ترین نسخے کے مطابق اشعار کی تعداد ایک سو ساٹھ بتائی ہے۔ [مولانا نفیس احمد مصباحی، کشف بردہ، طبع مبارک پور، ۲۰۰۵ء، ص:۴۲۳] اضافی اشعار میں ایک شعر ایسا ہے جو قصیدہ کے اشعار کی متعینہ تعداد ظاہر کرتا ہے:

اَبْيَاتُهَا قَدْ اَتَتْ سِتِّيْنَ مَعْ مِائَةٍ
فَرِّجْ بِهَا كَرْبَنَا يَا وَاسِعَ الْكَرَمِ

جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قصیدہ بردہ کے اصل اشعار کی تعداد ۱۶۰ ہے لیکن علامہ اعظمی کے منظوم ترجمہ کے شارح [مولانا سید غلام خواجہ سید معین الدین قادری] نے ایک نوٹ لکھا ہے کہ: ”قصیدہ بردہ کے اصل نسخے میں اشعار کی تعداد ۱۶۴/ ہے، البتہ بعض نسخوں میں کچھ اضافے بھی ملتے ہیں۔“ [ص: ۱۵۱] امام خرپوتی علیہ الرحمہ کی شرح میں بھی ۱۶۱/ اشعار درج ہیں، جس کا اردو ترجمہ شاہ محمد چشتی نے کیا ہے۔ [طبع: پروگریسو بکس، لاہور، مارچ، ۲۰۱۶ء]

زیر نظر ترجمہ میں اشعار کی کل تعداد ۱۶۸/ ہے اور اشعار کی ترتیب بھی بے ترتیبی کا شکار ہے جس کا لحاظ کیا جانا چاہیے تھا اور اس کے لیے ”قصیدہ بردہ“ کے اول و آخر شعر کی تعیین کر دی جانی چاہیے تا کہ کوئی خلجان باقی نہ رہے۔

علامہ اعظمی نے قافیہ بندی میں طرز بوصیری کا پورا پورا لحاظ کیا ہے، قصیدہ بردہ بھی میم کے قوافی میں تھا، یہ منظوم ترجمہ بھی میم کا قافیہ رکھتا ہے لیکن کہیں کہیں بعینہ وہی قافیہ استعمال کیا ہے جس کی وجہ سے شعر کی تفہیم مشکل ہوگئی ہے، جسے شارح نے سہل بنانے کی کوشش کی ہے۔ مترجم شاعر نے اپنے اس عمل کے متعلق ابتدائیہ میں یہ صراحت کر دی ہے: ”ترجمہ کرتے ہوئے عربی الفاظ کے اردو مترادفات تلاش کرنا مشکل تھا، اس لیے کہیں کہیں وہی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔“ [ص: ۷]

ترتیب یوں رکھی گئی ہے کہ سب سے پہلے قصیدہ کا ایک شعر درج ہے، پھر اس کا منظوم ترجمہ اور اس کے بعد مختصر اور جامع شرح موجود ہے، جس سے اس کا پڑھنا اور سمجھنا دونوں آسان ہوگیا ہے۔ یہ سلسلہ اخیر تک باقی رکھا گیا ہے۔ چوں کہ امام بوصیری علیہ الرحمہ نے ظاہری و باطنی انعام و شفا ملنے کے بعد ایک مختصر عربی ”قصیدہ محمدیہ“ بھی تحریر فرمایا تھا، جس کے ہر مصرع کا آغاز اسم پاک محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] سے ہوتا ہے اور یہ قصیدہ چھوٹی بحر میں بھی تھا، اس لیے علامہ اعظمی

نے اختتام پر اس عربی قصیدہ کی منظوم ترجمانی بھی اسی طرز پہ کر دی ہے تا کہ دونوں قصائد یکجا شائقین کے مطالعہ میں آجائیں اور ان دونوں کی برکتوں سے شادکامی حاصل ہو۔

”القصیدۃ المحمدیۃ“ سولہ [۱۶] اشعار پر مشتمل ہے جس کا پہلا شعر یوں ہے:

محمد اشرف الاعراب والعجم
محمد خیر من یمشی علی قدم

علامہ اعظمی نے اس کا منظوم ترجمہ یہ کیا ہے:

محمد اشرف عرب وعجم ہیں
محمد افضل وخیر الامم ہیں

اور آخری شعر یہ ہے:

محمد قائم للہ ذو ہمم
محمد خاتم للرسل کلھم

پتہ نہیں کیوں مترجم نے اس شعر اور ما قبل شعر کا منظوم ترجمہ نہیں کیا ہے، صرف شارح نے چند سطروں میں ان کی تشریح کر دی ہے اور بس۔

حاصل کلام یہ کہ مفکر اسلام کی یہ شعری کوشش ایک اہم علمی وفکری سرمایہ ہے، اگر چہ یہ منظوم دقیق اور مشکل ہوگیا ہے پھر بھی اہل علم اس سے کافی استفادہ کریں گے اور نعت خواں حضرات نغمہ سنج ہوں گے۔ اللہ عزوجل علامہ اعظمی کو دارین میں اس کاوش کا اجر عطا فرمائے اور ہم سب کو قصیدہ بردہ کی برکات سے مستفید کرے، آمین۔

توفیق احسن برکاتی
جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی
۲۲/ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ/ ۳/ اکتوبر ۲۰۱۸ء

منظوم تاثر

(قصیدہ بردہ شریف کے منظوم ترجمے پر تاثراتی نظم)

از: مولانا محمد سلمان رضا فریدیؔ صدیقی مصباحی، نوری مسجد، مسقط، عمان

باعثِ رحمت و انوار قصیدہ بردہ
ہے رضائے شہِ ابرار قصیدہ بردہ

شوکت وعزت وعظمت کے مدارج طے ہوں
کامرانی کا ہے معمار قصیدہ بردہ

کوئی غم ہو تو پڑھو، درد واَلم ہو تو پڑھو
دور کرتا ہے سب آزار قصیدہ بردہ

یہ بڑھا دیتا ہے عُشاقِ رسالت کی تڑپ
دیتا ہے لذتِ دیدار قصیدہ بردہ

جس قدر اس کو پڑھو اور طلب بڑھتی ہے
ہے نیا گویا کہ ہر بار قصیدہ بردہ

دل سے نکلا تو دل و روح میں جا کر اترا
بن گیا نقش اثر دار قصیدہ بردہ

یہ قصیدہ مِرے سرکار کا منظور نظر
واہ کیا خوب ہیں اشعار قصیدہ بردہ

اس سے پائی ہے شفا حضرت بوصیریؔ نے
یعنی ہے شافئِ بیمار قصیدہ بردہ

اُن کے مرقد پہ رہے بارشِ رحمت ہر دم
جن سے پایا ہے یہ شہکار قصیدہ بردہ

اِس قصیدے سے ملا نعت کے جلووں کو فروغ 뎳
بن گیا قائدِ افکار قصیدہ بردہ

یوں کیا ہے اِسے اردو میں قمرؔ نے منظوم
ہے قمر کی طرح ضو بار قصیدہ بردہ

ترجمہ، متن کے لفظوں کا ہے ایسا عکاس
ڈھل گیا اردو میں کردار قصیدہ بردہ

اک مفکر کی بصیرت کے وہ جلوے بکھرے
ہو گیا اور طرح دار قصیدہ بردہ

تہنیت حضرت علامہ قمر کو ہے پیش
ان کو رکھے سدا گلزار قصیدہ بردہ

شاعری میں بھی وہ اعلیٰ ہیں خطابت کی طرح
ان پہ دائم ہو گہر بار قصیدہ بردہ

نظم یہ حضرت شاکر کی دعا کا ہے ثمر
برسیں ان پر سدا انوار قصیدہ بردہ

کام یہ حضرت رضوان کی خواہش پہ ہوا
ان کے دل پر بھی ہو ضو بار قصیدہ بردہ

ایسی فرمائی ہے تشریح معین الدیں نے
آشکارا ہوئے اسرار قصیدہ بردہ

مکتبہ طیبہ کو ملتا رہے اعزاز و عروج
سہل کر دے رہِ دشوار قصیدہ بردہ

روشنی اس کی فریدیؔ نہ کبھی کم ہوگی
فضل کا ایسا ہے مینار قصیدہ بردہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مُنْشِی الْخَلْقِ مِنْ عَدَمٍ
ثُمَّ الصَّلٰوۃُ عَلَی الْمُخْتَارِ فِی الْقِدَمِ

ہے سزا وارِ ثنا خلّاقِ عالم از عدم
پھر درود اُن پر جو ہیں مُختار در بزمِ قِدَمْ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

دائما ہو تا ابد اُن پر میرے مولا درود
اور تیرے محبوب پر رحمت جو ہیں خیر الامم

پہلی فصل: عشقِ رسول ﷺ کے بیان میں

(۱)

اَمِنْ تَذَكُّرِ جِیْرَانٍ بِذِیْ سَلَمٍ
مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰی مِنْ مُّقْلَةٍ بِدَمٍ

یاد آئے کیا تمہیں ہمسائگانِ ذی سلم
خون کے آنسو بہاتی ہے تمہاری چشمِ نم

تشریح:

شاعر فرماتے ہیں: اے مخاطب! کیا تمہیں ذی سلم نامی گاؤں میں رہنے والے تمہارے وہ پڑوسی یاد آگئے جنھیں پا کر تم خوش ہوئے تھے اور اب ان کی جدائی تمہیں تڑپا رہی ہے جس کے سبب تمہاری آنکھیں خون کے آنسو رو رہی ہیں۔

☆☆☆

(۲)

اَمْ هَبَّتِ الرِّیْحُ مِنْ تِلْقَآءِ كَاظِمَةٍ
وَّاَوْمَضَ الْبَرْقُ فِی الظَّلْمَآءِ مِنْ اِضَمِ

یا ہوا چلنے لگی ہے کاظمہ کی سمت سے
یا اندھیری رات میں چمکی کہیں برقِ اِضم

تشریح:

کیا کاظمہ نامی جگہ سے جو بہت دوُر اور بہت بلندی پر واقع ہے اُس طرف سے نسیمِ صبح چلی ہے جو اُن پڑوسیوں کی خبریں لے کر آئی ہے اور کیا اندھیری رات میں اضم پہاڑ سے بجلی چمکی ہے جس کی چمک اور روشنی سے تم پر اُن کے مکانات وغیرہ کے نشانات ظاہر ہو گئے ہیں۔

☆☆☆

(۳)

فَمَا لِعَيْنَيْكَ اِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا
وَمَا لِقَلْبِكَ اِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِمِ

ضبط کی خواہش پہ آنکھیں اور روتی ہیں تری
اور بے قابو ہے دل تیرا بوقتِ ضبطِ غم

تشریح:

تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اگر تو ان کو رُکنے کے لئے کہتا ہے کہ وہ نہ روئیں تو وہ اور زیادہ آنسو بہاتی ہیں اور تیرے دل کو کیا ہو گیا ہے تو اُس کو اطمینان سے رہنے کے لئے کہتا ہے تو وہ مزید پریشان ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی گریہ وزاری سوائے محبت کے اور کسی وجہ سے نہیں ہو سکتی اور اس قسم کی وارفتگی سوائے محبوب کی نزدیکی یا دوری کے نہیں ہو سکتی۔

☆☆☆

(۴)

اَيَحْسَبُ الصَّبُّ اَنَّ الْحُبَّ مُنْكَتِمٌ
مَّا بَيْنَ مُنْسَجِمٍ مِّنْهُ وَ مُضْطَرِمِ

کیا گماں کرتا ہے عاشق چھپ سکے گا اُس کا عشق
آنکھ میں آنسو ہیں اور شعلوں میں قلب پُر اَلَم

تشریح:

کیا عاشق یہ گمان کرتا ہے کہ اُس کی محبت لوگوں سے مخفی رہے گی جب کہ اس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں اور آتشِ عشق میں سُلگنے والے دل کی بے قراری سے یہ محبت خوب ظاہر ہو رہی ہے، بے شک آنکھ اور دل یہ دونوں محب کی محبت پر گواہ ہیں۔

☆☆☆

(۵)

لَوْ لَا الْهَوٰى لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلٰى طَلَلٍ
وَّ لَا اَرِقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَ الْعَلَمِ

گر نہ ہوتا عشق تو روتا نہ ٹیلوں پر کبھی
مضطرب کرتے نہ ذکرِ بان اور یادِ علم

تشریح:

اگر محبت کا شہنشاہ تمہارے مدینۂ قلب پر حکمراں نہ ہوتا تو پھر تم کسی خبر کو سن کر یا کسی نشان کو دیکھ کر ٹیلوں پر آنسو نہ بہاتے اور بان کے درخت اور علَم کے پہاڑ یا کسی نشان کو دیکھ

کر اُن کی یاد میں شب بیداری نہ کرتے ۔پس ظاہر ہو گیا کہ تمہارے آنسو کا قطرہ بحرِ محبت کا قطرہ ہے اور تمہاری شب بیداری آتش عشق کی سوزش ہے ۔

☆☆☆

(۶)

فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ
بِهٖ عَلَيْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَ السَّقَمِ

عشق کا انکار کب ممکن کہ ہیں عادل گواہ
آنکھ کے آنسو تمہارے اور جسمِ پُر سقم

تشریح:

رازِ محبت کھل جانے کے بعد بھی عاشق کا انکار کرنا شاعر کو تعجب میں ڈال دیتا ہے اور شاعر کہتا ہے کہ اے عاشق تم محبت کا انکار کیسے کرتے ہو جب کہ عشق کے بیمار جسم اور محبت کے آنسوؤں نے تمہارے خلاف گواہی دے دی ہے ۔

☆☆☆

(۷)

وَاَثْبَتَ الْوَجْدُ خَطَّیْ عَبْرَةٍ وَّضَنًى
مِّثْلَ الْبَهَارِ عَلٰى خَدَّيْكَ وَالْعَنَمِ

تیرے رخساروں پہ مثلِ زردگُل اور شاخِ سُرخ
عشقِ کمزوری کے اور آنسو کی تحریریں رقم

تشریح:

علامہ بوصیری فرماتے ہیں کہ تم دو عادل گواہوں کی گواہی کے بعد اور ایسے قاضی کے فیصلے کے بعد جس کا حکم گواہوں کی موجودگی کے سبب توڑا نہیں جا سکتا، کیسے محبت کا انکار کر سکتے ہو اور کمزوری کے اور دُکھ اور غم کے قاضی نے دونوں رُخساروں کی زردی پر منشورِ محبت کو دو سُرخ رنگ کے خطوط سے ایسا تحریر کر دیا ہے کہ جو کوئی تمہیں دیکھتا ہے تمہارے چہرے پر نمودار ہونے والی محبت کی نشانی کو پڑھتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ محب نے اپنے آپ کو محبوب کی محبت میں فنا کر دیا ہے ۔

☆☆☆

(۸)

نَعَمْ سَرٰى طَيْفُ مَنْ اَهْوٰى فَاَرَّقَنِیْ
وَ الْحُبُّ يَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمِ

ہاں خیالِ یار نے مجھ کو کیا ہے غمزدہ
لذتوں کو عشق کر دیتا ہے سرتا پا اَلَم

تشریح:

جی ہاں مجھے میرے محبوب کا خواب آیا جس نے میری نیند کو اُچاٹ کر دیا، میرے مطلوب کے فراق نے مجھے سخت تکلیف دی یعنی میرے محبوب کے خیال نے مجھے رات بھر جگائے رکھا حالانکہ میں اُس کے حال سے اور اُس کی یاد سے غافل ہو کر میٹھی نیند کی لذت سے لطف اندوز ہو رہا تھا، میری ظاہری لذتیں باطنی درد و آلام میں تبدیل ہوئیں، محبوب کی محبت میں دُکھ درد معنوی لحاظ سے لذّتیں ہیں ۔

پھر شاعر نے زبانِ حال سے ملامت کرنے والے کو مخصوص ندا کے ساتھ یوں پُکارا اور کہا:

(۹)

يَا لَآ ئِمِی فِي الْهَوَى الْعُذْرِيِّ مَعْذِرَةً
مِّنِّی اِلَيْكَ وَ لَوْ اَنْصَفْتَ لَمْ تَلُمِ

اے ملامت کوش الفت میں مجھے معذور رکھ
تو ہے گر منصف نہ کر مجھ پر ملامت سے ستم

تشریح:

قبیلۂ بنی عذرہ والے یمنی لوگ جب عشق کرتے تو عشق میں مرجاتے کیوں کہ اُن کی عورتیں خوب صورت پاکباز اور حیادار ہوتی تھیں اور اُن کے نوجوان محبت میں جلد گرفتار ہونے والے، کم صبر والے اور خود بھی حیادار ہوتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ میں محبوب کی محبت میں مبتلا ہوں۔ اگر واقعی تو منصف ہے تو محبت کے بارے میں مجھے ملامت نہ کر کیونکہ یہ چیز اختیاری نہیں بلکہ عشق اضطراری ہوتا ہے۔ میرے اختیار کو میری اُلفت نے چھین لیا ہے جب ایک کام جبلّی اور فطری ہو تو اُس میں کوئی عیب نہیں۔

☆☆☆

뎶 (۱۰)

عَدَتْكَ حَالِيَ لاَ سِرِّیْ بِمُسْتَتِرٍ
عَنِ الْوُشَاةِ وَلَا دَائِيْ بِمُنْسَجِمِ

نکتہ چینوں پر بھی کھل جائے گا میرا حالِ زار
تجھ پہ ظاہر ہے کہ میرا درد ہے نا مختتم

تشریح:

اے مخاطب! میں یہ چاہوں گا کہ تیرا حال بھی میرے حال جیسا ہو جائے تا کہ تو بھی میرے وبال جیسا وبال اور میرے قلب وجگر جیسی سوزش کو چکھے۔ میرا رازِ محبت چغل خوروں اور ملامت کرنے والوں سے مخفی نہیں اور میرا مرضِ محبت وصال کے ساتھ بھی ختم ہونے والا نہیں۔ میرا راز فاش ہوگیا ہے دوستوں اور دشمنوں تک پھیل گیا ہے۔ یہ بیماری ختم ہونے والی نہیں ہے جب تو نے اِس مقام پر میرا حال جان لیا ہے تو انصاف کر اور ملامت کو چھوڑ دے۔

☆☆☆

(۱۱)

مَحَضْتَنِی النُّصْحَ لٰكِنْ لَّسْتُ اَسْمَعُهٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِيْ صَمَمِ

ناصحا تیری نصیحت حق مگر کیوں کر سنوں
عاشق صادق نصیحت کے لیے مثلِ اَصَم

تشریح:

اے نصیحت کرنے والے تیری نصیحت حق ہے تو نے اپنی نصیحت کو میرے لئے خالص کیا مگر میں تیری نصیحت کو قبول نہیں کرسکتا کیوں کہ میں عشق کا قیدی ہوں اور تو عقل کا امین ہے اور عقل کا حکم عشق کی سلطنت میں جاری نہیں ہوسکتا عقل تعمیر کرتی ہے اور عشق اُس تعمیر کو منہدم کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کسی شئے کی محبت انسان کو اندھا اور بہرہ کردیتی ہے۔ ملامت کرنے والوں کی بات کو نہ سننا ایک ایسی حالت ہے جو تمام محبت کرنے والوں کو عام ہے۔

☆☆☆

(۱۲)

اِنِّي اتَّهَمْتُ نَصِيْحَ الشَّيْبِ فِيْ عَذَلِيْ
وَالشَّيْبُ اَبْعَدُ فِيْ نُصْحٍ عَنِ التُّهَمِ

میں بڑھاپے کی نصیحت کو غلط سمجھا کیا
غیر ممکن یہ نصیحت کذب سے ہو مُتّہم

تشریح:

میں نے اپنی ملامت کے سلسلے میں بُڑھاپے کی نصیحت پر تہمت لگائی اور اُسے غلط سمجھا۔ شاعر کی مراد یہاں پر یہ ہے کہ وہ بڑھاپا بہ زبانِ حال بوڑھے سے کہہ رہا ہے کہ وہ بوڑھا دنیا سے کوچ کرنے کے قریب ہے، اب گناہوں سے دوری اور توبہ کا وقت آگیا ہے۔ عشق مجازی کو چھوڑ کر عشقِ حقیقی کو اپنانا لازم ہوگیا ہے۔ عاشق کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ بڑھاپے کی نصیحت بھی قبول نہیں کرتا جو کہ عیب اور تہمت سے سراسر خالی ہے تو ملامت کرنے والوں کی بات کو بدرجۂ اولیٰ قبول نہیں کرے گا۔

دوسری فصل: نفسانی خواہشات کی مخالفت کے بیان میں

(۱۳)

فَاِنَّ اَمَّارَتِيْ بِالسُّوْٓءِ مَا اتَّعَظَتْ
مِنْ جَهْلِهَا بِنَذِيْرِ الشَّيْبِ وَالْهَرَمِ

نفس امارہ قبولِ خیر سے منکر رہا
دور رکھا جہل سے از ناصحِ شیب و ہرم

تشریح:

بیشک مجھے برائی کی طرف حکم دینے والے نفس امّارہ نے اپنی جہالت کے سبب پیری اور معمری کے ڈرانے سے کوئی نصیحت حاصل نہ کی حالانکہ بڑھاپے کی نصیحت انتہائی محترم تھی۔ نفس امارہ نے اچھی بات قبول کرنے سے ہمیشہ انکار ہی کیا ہے۔ نافرمانی کرنے والے کو نفس امارہ، تابع فرمان کو نفس مطمئنہ اور ملے جلے خیالات کا ارادہ رکھنے والے نفس کو نفس لوّامہ کہتے ہیں۔

☆☆☆

(۱۴)

وَلَا اَعَدَّتْ مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِيْلِ قِرٰى
ضَيْفٍ اَلَمَّ بِرَ أْسِيْ غَيْرَ مُحْتَشِمِ

نیکیوں سے میں نہ استقبال اُس کا کرسکا
ضعفِ پیری ہے مثال میہمانِ بے حَشَم

تشریح:

اور نفس نے اُس غیر محتشم مہمان یعنی بُڑھاپے کی میز بانی کے طور پر کسی خاص اہتمام کی تیاری نہیں کی جو میرے سر پر اُترا ہے یعنی اُس بڑھاپے کی خاطر مدارات نہ کی گناہوں سے باز رہ کر، سچّی توبہ کر کے۔ شاعر نے سر کی تخصیص اس لیے کی کہ وہی پہلا مقام ہے جہاں پڑھاپا ظاہر ہوتا ہے۔ بڑھاپا نفس کے نزدیک غیر محتشم ہے کیونکہ وہ اُس کو ناپسند کرتا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے ”جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزّت اور خاطر تواضع کرے“۔

☆☆☆

(۱۵)

لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنِّيْ مَا اُوَ قِّرُهٗ
كَتَمْتُ سِرًّا بَدَا لِيْ مِنْهُ بِالْكَتَمِ

علم ہوتا گر نہ کر پاؤں گا اس کا احترام
ضعفِ پیری کو چھپا لیتا میں از رنگِ کِتم

تشریح:

اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں اُس معزّز مہمان یعنی بڑھاپے کی تعظیم و توقیر نہیں کروں گا تو جو راز اُس کی وجہ سے نمودار ہوا ہے یعنی سر کے بالوں کی سفیدی، میں اُسے خضاب یا مہندی سے چھپا لیتا۔ مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے کا ظہور میرے علاوہ کسی اور کے پاس ہوتا تو میں اُس کے رازوں اور بھیدوں کو خضاب سے چھپا لیتا جو کہ میرے سر اور کھوپڑی پر نمودار ہوئے ہیں تاکہ میں ذلت و رسوائی اور زبانِ حال کی نصیحت کے عدم سماع کی طرف منسوب نہ کیا جاتا کیونکہ زبانِ حال کی باتیں زبانِ قال کی باتوں سے زیادہ بلیغ ہوتی ہیں۔

☆☆☆

(۱۶)

مَنْ لِّيْ بِرَدِّ جِمَاحٍ مِّنْ غَوَايَتِهَا
كَمَا يُرَدُّ جِمَاحُ الْخَيْلِ بِاللُّجُمِ

نفس امارہ کو کردے کوئی پابندِ لگام
جس طرح پابند ہوجاتے ہیں اسپ تازہ دم

تشریح:

شاعر فرماتے ہیں کون ہے جو میرے نفس امارہ کی سرکشی کو جو اُس کی جہالت اور گمراہی سے پیدا ہوئی ہے روک دے جیسے سرکش گھوڑوں کی سرکشی کو لگاموں سے روکا جاتا ہے۔ یہاں پر گھوڑے کا تذکرہ اُس کے اشرف البہائم ہونے کی وجہ سے ہے اِس شعر میں اِس جانب اشارہ ہے کہ تمام کامیابیوں اور فلاحِ دارَین کی اصل یہی ریاضتِ نفس اور تزکیۂ نفس ہے۔ تزکیۂ نفس کسی مُرشدِ برحق اور ولیٔ کامل کی خاص توجہ کے بغیر میسر نہیں آسکتا۔ اللہ تعالیٰ

نے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا تا کہ وہ ہر مایوس اور نا اُمید نفس کو شریعت کے علاج سے مُزکّی کر دیں (شعر نمبر ۱۸،۱۷،۱۶ کو جو کوئی گناہوں کو زائل کرنے کی نیّت سے باوضو دس مرتبہ پڑھے گا تو وہ اپنے دل کو خوفِ الٰہی میں لرزتا ہوا اور اپنی توبہ کو قبول ہوتے ہوئے پائے گا۔ (اِنْ شاءَ اللہ)

☆☆☆

(۱۷)

فَلَا تَرُمْ بِالْمَعَاصِیْ کَسْرَ شَھْوَتِھَا
اِنَّ الطَّعَامَ یُقَوِّیْ شَھْوَۃَ النَّھِمِ

ارتکابِ جرم سے بڑھ جائے گا ذوقِ گناہ
جس طرح کھانے سے خواہش اور ہوتی ہے بہم

تشریح:

شاعرِ محترم اس شعر میں اپنے مشفق اور مہربان دوست کی زبان سے مخاطب ہیں اور یوں گویا ہیں کہ اے نفس کو عورتوں اور بچوں کی محبت سے آراستہ اور حُبِّ شہوت سے مُزَیَّن کرنے والے تو ہرگز نفسانی خواہشات کو توڑنے کے لیے گناہوں کو ذریعہ نہ بنا اور ہرگز گناہوں کا قصد نہ کر کیوں کہ بے شک جس طرح کھانا یعنی جنس طعام بسیار خوری کی خواہش کو اور تقویت پہنچاتا ہے اِسی طرح معاصی شہوت نفس کو تقویت پہنچاتے ہیں اور نفس امّارہ گناہوں کا حریص ہے اور نفس گناہوں سے نہ کبھی ملول ہوتا ہے نہ کبھی سیر ہوتا ہے، اس لیے تو گناہوں کے ارادے کو ترک کر دے۔

☆☆☆

(۱۸)

وَالنَّفْسُ کَالطِّفْلِ اِنْ تُھْمِلْہُ شَبَّ عَلٰی
حُبِّ الرَّضَاعِ وَاِنْ تَفْطِمْہُ یَنْفَطِمِ

نفس انساں اپنی خواہش میں ہے طفلِ شیر خوار
پیتا جائے گا چھڑا دو گے تو ہوگا منفصم

تشریح:

علامہ بوصیری نے نفس کو شیرخوار بچّے سے تشبیہ دی اور کہا: نفس امّارہ دودھ پیتے بچّے کی طرح ہے اگر تم اُسے اُس کے دودھ پینے جیسے محبوب مشغلہ اور پسندیدہ حال پر چھوڑ دو تو وہ اُس کو کبھی ترک نہیں کرے گا اور وہ اُسی پر جوان ہوگا۔ اور اگر اُس کو دوسرے کسی کھانے پر آمادہ کر کے دودھ پینے سے روکا جائے تو وہ رُک جائے گا، اِسی طرح نفس کو اگر معصیت کی وادیوں میں چرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے جسے وہ پسند کرتا ہے تو اُس کا اِس حالت سے لوٹنا ناممکن ہو جائے گا اور اگر اُس کو شروع ہی میں روک دیا جائے طاعات و عبادات میں مشغول کر کے تو وہ گناہ سے باز رہے گا اور اُس سے کراہت کرے گا۔

(۱۹)

فَاصْرِفْ ھَوَاھَا وَحَاذِرْ اَنْ تُوَلِّیَہٗ
اِنَّ الْھَوٰی مَا تَوَلّٰی یُصْمِ اَوْ یَصِمِ

آرزو کی قید سے بچنا ہے ترکِ آرزو
غلبۂ حرص و ہوا قاتل ہے تیرا مثل سَم

تشریح:

شاعر محترم فرماتے ہیں: نفسانی خواہشات کو دفع کر اور اُن سے ہوشیار اور چوکنّا رہ، آرزو اور حرص وہوا کے پیچھے نہ چل کہیں وہ تجھ پہ حاوی نہ ہو جائیں اس لئے کہ نفسانی خواہشات جب کسی پر غالب آجاتی ہیں تو اُسے مار ڈالتی ہیں، ہلاک و برباد کر دیتی ہیں یا لوگوں کے درمیان اُسے عیب دار بنا دیتی ہیں جب تجھے یہ بات معلوم ہوگئی کہ گناہوں کا ارتکاب کر کے شہوت کو توڑا نہیں جاسکتا بلکہ شہوت کو نفس کی لگام کھینچ کر اور اُسے گناہوں کی غذا سے روک کر ہی توڑا جاسکتا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ اے سوزشِ عشق میں جلنے والے اور اے بُعد وفراق کی تکلیفوں اور سختیوں کو برداشت کرنے والے تو حرص وہوا اور خواہشات کی اتباع نہ کر اس لئے کہ نفسانی خواہشات کی اتباع گمراہی اور اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب ہوتی ہے۔

☆☆☆

(۲۰)

وَرَاعِهَا وَهْيَ فِي الْاَعْمَالِ سَآئِمَةٌ
وَّاِنْ هِيَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْعٰى فَلَا تُسِمِ

روک دے گر سبزۂ نو رستہ دعوت دے تجھے
نفس کا راعی ہے تو اور خواہشیں مثل غَنَم

تشریح:

تو نفس امّارہ کی حفاظت اور نگہبانی کر درانحالیکہ وہ چر رہا ہو یعنی اعمالِ صالحہ میں مصروف ہو اور اگر نفس کو چراگاہِ عمل میں لذّت آتی ہو اور وہ اُسے اچّھا گمان کرتا ہو تو اپنے نفس کو اِس حالت پر باقی نہ رکھ بلکہ اُسے جھڑک اور روک اور اُس کو چرنے نہ دے۔ رِیا، شہرت اور حُبّ

جاہ سے اُس کی حفاظت کر، نفس جب کسی نفلی عبادت کو اچھا سمجھے اور اُس عبادت کو ادا کرنا اپنی عادت بنالے تو تو اُس نفس کو ادا نہ کرنے دے بلکہ اُسے جھڑک کر روک دے اس لئے کہ نفس کو اگر کسی عبادت میں لذت آنے لگے تو ضرور اُس میں غرور وتکبُّر اور ریا جیسے گناہوں کی آمیزش ہوگی تو نفس کو کسی ایسی عبادت پر آمادہ کرنا واجب ہوگا جس میں وہ حلاوت ولذت نہ پاتا ہو۔

☆☆☆

(۲۱)

كَمْ حَسَّنَتْ لَذَّةً لِّلْمَرْءِ قَاتِلَةً
مِّنْ حَيْثُ لَمْ يَدْرِ اَنَّ السَّمَّ فِي الدَّسَمِ

نفس کیا جانے کہ روغن میں بھی ہے پوشیدہ زہر
زندگی کی لذّتیں ہوتی نہیں قاتل سے کم

تشریح:

بسا اوقات نفس لذّت کو اور پسندیدہ اور مرغوب اعمال کو جو انسان کے حق میں زہرِ قاتل ہے اچّھا بنا کر ظاہر کرتا ہے کیونکہ اُسے معلوم نہیں کہ چرب کھانے میں زہر پوشیدہ ہوتا ہے نفس دشمنوں کے مثل ہے دشمنوں کا قاعدہ ہے کہ چرب اور لذیذ کھانے میں زہر ملا دیا کرتے ہیں جس سے انسان ہلاک ہو جایا کرتا ہے کیونکہ لذتِ طعام کے سبب اُسے زہر کا پتہ نہیں لگتا اسی طرح نفس نیک عمل میں ریا وخود پسندی کو جو بمنزلہ زہر ہے داخل کر دیتا ہے اور اُس کے عمل کو ضائع کر دیتا ہے اور عامل کو خبر بھی نہیں ہوتی۔

☆☆☆

(۲۲)

وَاخۡشَ الدَّسَائِسَ مِنۡ جُوۡعٍ وَّمِنۡ شِبَعٍ
فَرُبَّ مَخۡمَصَةٍ شَرٌّ مِّنَ التُّخَمِ

بھوک اور بسیار خوری میں توازن چاہیے
بھوک بھی کردیتی ہے انساں کو حق سے منھزم

تشریح:۔

نفس کے پوشیدہ مکروں اور خُفیہ چالوں سے بچو جو شکم سیری اور فاقہ کشی سے پیدا ہو تے ہیں اس لئے کہ بسا اوقات سخت بھوکا اور خالی پیٹ ہونا شکم سیری سے بدتر ہوتا ہے۔ بھوک اور سیری دونوں حالتوں میں نفس کے حیلے اور مکر بہت بے ڈھب ہوتے ہیں، اُن سے بچنا چاہیے، بھوک کی حالت میں وہ ناتواں کر دیتا ہے اور سیری کی حالت میں تجھ کو سُست وکاہل اور تاریک دل بنا دیتا ہے۔ یوں نہ سمجھنا چاہیے کہ بھوک میں کوئی آفت نہیں بلکہ بھوک اور فاقہ تجھ کو نقصان پہنچانے میں سیری سے بھی بڑھ کر ہیں کیونکہ سیری میں تو کچھ تھوڑی بہت عبادت سستی کے ساتھ ہو بھی سکتی ہے مگر بھوک کی اِفراط میں بالکل نہیں اور ظاہر ہے کہ عبادت کا کُلّیۃً ترک کرنا عبادت میں سستی کرنے سے بدتر ہے۔

☆☆☆

(۲۳)

وَاسۡتَفۡرِغِ الدَّمۡعَ مِنۡ عَيۡنٍ قَدِ امۡتَلَأَتۡ
مِنَ الۡمَحَارِمِ وَالۡزَمۡ حِمۡيَةَ النَّدَمِ

نا پسندیدہ نظاروں سے جو آلودہ ہوئیں
پھیر لے اُن سے نگاہیں دھو لے از اشکِ ندم

تشریح:

اور اُس آنکھ سے آنسو بہا جو آنکھ گناہوں سے پُر ہوگئی ہے اور ندامت کی پرہیز کو لازم پکڑ، جب معدہ ضرورت سے زیادہ غذا سے بدہضمی کی حد تک پُر ہو جاتا ہے اُسے اِمتلاء کہتے ہیں۔ اُس کا علاج فضلات کے خارج کرنے سے ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ تیری آنکھیں گناہوں سے پُر ہوگئی ہیں، اُن کو اشکِ ندامت بہا کر پاک کر کیونکہ امتلاء کا علاج اِستفراغ ہے اور گناہوں پر نادم ہونے اور توبہ کرنے کے بعد ہمیشہ گناہوں سے بچتا رہ، ندامت کے آنسو گناہوں کو مٹاتے اور درجات کو بُلند کرتے ہیں۔

☆☆☆

(۲۴)

وَخَالِفِ النَّفۡسَ وَالشَّيۡطَانَ وَاعۡصِهِمَا
وَاِنۡ هُمَا مَحَضَاكَ النُّصۡحَ فَاتَّهِمِ

نفس اور شیطاں جو بہکائیں تو رد کر دے انھیں
کر یقیں ان کی نصیحت جھوٹ سے ہے مُتّہم

تشریح:۔

نفس اور شیطان کی مخالفت کر اور اُن کا حکم نہ مان اور اگر یہ دونوں تجھے مخلصانہ نصیحت کریں تب بھی تو اُنھیں مُتّہم کر اور مشکوک جان اور اُن پر تہمت لگا۔ شیطان ہمارا اور ہمارے باپ آدم علیہ السلام کا دُشمن ہے۔ اُس نے ہمیں بہکانے اور گمراہ کرنے کے لئے اللہ

تعالیٰ سے مہلت مانگ رکھی ہے وہ ہمارا پیچھا موت تک نہیں چھوڑے گا ایسے دشمن کی نصیحت مُخلصانہ نصیحت نہیں ہوسکتی۔ انسان کا سب سے بڑا دشمن اُس کا نفس ہے جو شیطان سے بھی زیادہ قریب ہے لہٰذا تو ہرگز اُن دونوں کی نصیحت کو نہ سننا یہ دونوں تجھے ذلیل ورسوا کردیں گے۔

☆☆☆

(۲۵)

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمَا خَصْمًا وَّلَا حَكَمًا
فَاَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

مت اطاعت کر کہ وہ دشمن بھی ہیں حاکم بھی ہیں
جان لے کہ کس قدر مہلک ہے دشمن اور حَکَم

تشریح:

نفس اور شیطان دونوں کا کہنا نہ مان خواہ خَصم ہوں یا حَکَم اِس لئے کہ تو فریق مُخالف اور حکم وثالث دونوں کے مکر کو خوب جانتا ہے نفس وشیطان میں سے ہر ایک کے خصم ہونے کی صورت یوں ہے کہ انسان میں تین چیزیں ہیں جو خواہشات کا منبع ہیں۔(۱) قلب (۲) نفس (۳) شیطان۔ اگر قلب کوئی نیک کام کرنے لگتا ہے تو نفس وشیطان خصم بن کر اُس کو روک دیتے ہیں اور جب قلب ونفس میں جھگڑا ہوتا ہے تو شیطان دونوں میں حکم بن جاتا ہے اور نفس کے حق میں فیصلہ دیتا ہے اور جب قلب اور شیطان میں جھگڑا ہوتا ہے تو نفس حکم بن کر شیطان کے حق میں فیصلہ دیتا ہے پس نفس وشیطان میں سے ہر ایک خصم بھی ہے اور حکم بھی ہے۔

☆☆☆

(۲۶)

أَسْتَغْفِرُ اللهَ مِنْ قَوْلٍ بِلَا عَمَلٍ
لَقَدْ نَسَبْتُ بِهِ نَسْلًا لِذِيْ عُقُمِ

میرے مولا میری توبہ بے عمل اقوال سے
غیر ممکن ہے کہ ہو فرزند از بَطنِ عُقُم

تشریح:

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قولِ بے عمل سے معافی طلب کرتا ہوں۔ بخدا! میں نے اس قول سے اولاد کی نسبت بانجھ عورت کی طرف کردی، ایسا قول جس پر قائل خود عمل نہیں کرتا تو سامع بھی اکثر ایسے قائل کے قول پر عمل نہیں کرتے، لہٰذا ایسے قولِ بے عمل کی نسبت قائل کی طرف کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اولاد کی نسبت بانجھ عورت کی طرف کرنا جو سراسر جھوٹ بہتان اور گناہ ہے، اُس سے اِستغفار لازم ہے، اِس لئے ضروری ہے کہ جو بات اِنسان زبان سے کہے سب سے پہلے اُس پر عمل کرے۔

☆☆☆

(۲۷)

أَمَرْتُكَ الْخَيْرَ لٰكِنْ مَّا ائْتَمَرْتُ بِهِ
وَمَا اسْتَقَمْتُ فَمَا قَوْلِيْ لَكَ اسْتَقِمِ

خیر کی دعوت تجھے دی اور غافل خود رہا
کیا کہے لغزیدہ پا تجھ سے رہو ثابت قدم

تشریح:

میں نے تجھے نیکی کا حُکم دیا لیکن خود اُس پر عمل نہیں کیا، جب میں خود ہی سیدھے راستے پر نہیں ہوں تو تجھے میرے اِس کہنے کا کیا فائدہ ہو گا کہ تو سیدھے راستے پر آ۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ بن مریم! پہلے اپنے نفس کو نصیحت کرو اگر وہ نصیحت قبول کرے تب دوسرے لوگوں کو نصیحت کرو اور اگر نہ قبول کرے تو مجھ سے حیا کرو۔

☆☆☆

(۲۸)

وَلَا تَزَوَّدْتُّ قَبْلَ الْمَوْتِ نَافِلَةً
وَّلَمْ اُصَلِّ سِوٰی فَرْضٍ وَّلَمْ اَصُمِ

نفل روزوں اور نمازوں سے میں بے پروا رہا
زادِ رَہْ بالکل نہیں کیسے چلوں راہِ عَدَمْ

تشریح:

اور سفرِ موت سے پہلے میں نے عبادتِ نافلہ کا توشہ نہ لیا اور میں نے فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہ پڑھی اور فرض روزوں کے سوا کوئی روزہ نہ رکھا۔ لفظ ''فرض'' کی تنوین تقلیل کے لئے ہے یعنی فرض نماز و روزے بھی اگر ادا ہوئے تو پورے نہیں بلکہ ادھورے۔ حق عبودیت تو تب ہی ادا ہو گا جب فرائض کو ادا کرنے کے بعد انسان اپنی عمر کو دن رات نفلی عبادتوں میں گذارے۔ شاعرِ محترم اپنی پست ہمّتی پر افسوس کر رہے ہیں کہ نوافل تو درکنار فرائض بھی پوری طرح ادا نہ ہوئے جو بمنزلہ فرض کے ہیں۔

☆☆☆

تیسری فصل: سرکار ﷺ کی مدح وثنا میں

(۲۹)

ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ اَحْیَی الظَّلَامَ اِلٰی
اَنِ اشْتَكَتْ قَدَمَاهُ الضُّرَّ مِنْ وَّرَمِ

اُن کی سُنّت چھوڑ دی شب بھر جو سجدوں میں رہے
جن کے قدموں میں قیامِ شب سے ہوتا تھا وَرَم

تشریح:۔

میں نے اُس ذاتِ اقدس کی سُنَّتِ مُبارکہ کو ترک کیا جو تاریک راتوں کو شب بیداری کر کے عبادتوں سے روشن کرتے اور ساری ساری رات جاگ کر قیام فرماتے۔ اِتنی عبادتِ خداوندی کرتے کہ کبھی کبھی آپ کے قدمہائے مبارک متورّم ہو جاتے، پائے اقدس سوج جایا کرتے، صحابہ عرض کرتے: یا رسول اللہ! آپ اِتنی تکلیف کیوں اُٹھاتے ہیں؟ بے شک آپ کے سبب آپ کے رب نے آپ کی اُمّت کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف کرنے کا وعدہ فرمایا ہے تو حضور ارشاد فرماتے: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

☆☆☆

(۳۰)

وَ شَدَّ مِنۡ سَغَبٍ اَحۡشَائَهٗ وَطَوٰى
تَحۡتَ الۡحِجَارَةِ كَشۡحًا مُّتۡرَفَ الۡاَدَمِ

بھوک کی شدت کو کم کرنے کی خاطر آپ نے
پتھروں سے باندھ رکھا نازْ پروردہ شکم

تشریح:

اور جنھوں نے بھوک کی وجہ سے اپنے شکمِ مبارک کو باندھ لیا اور اپنی نرم و نازک جِلدِ مبارک والی کمر پر پتھر کسے۔ حضور علیہ السلام بھوک کی شدّت سے اپنے پیٹ پر کبھی ایک اور کبھی دو پتّھر باندھ لیا کرتے تھے، اس طرح معدے کی شِدّت کسی قدر کم ہوتی اور بھوک کا درد کم ہو جاتا، شدّتِ بھوک کے باوجود آپ کی طاقت اور جسمِ مبارک کی تر وتازگی میں کچھ فرق نہ آتا، یہ آپ کے معجزوں میں سے ایک معجزہ تھا کیونکہ طاقت وقوت، رنگت کی صفائی، چہرے کی چمک دمک اور جسم کی تر وتازگی مرغوب ولذیذ اور مُقَوِّیْ غذاؤں کے استعمال کرنے اور عمدہ لباس کے پہننے اور نرم ونازک بچھونوں پر آرام کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ یہاں کھانے کو جَو کی روٹی وہ بھی پیٹ بھر کر نہیں۔ پہننے کو موٹے کپڑے، بچھانے کے لئے کُھر دُرے ٹاٹ کا فرش اور کبھی چمڑے کا بستر جس میں روئی کی جگہ کھجور کی چھال بھری ہوئی ہوتی تھی اور کبھی چار پائی پر سونا جو کھجور کے کُھر دُرے رسّی کی ہوتی مگر طاقت وقوت، حُسن و جمال، تر وتازگی، لطافت اور چمک دمک ایسی کہ بڑے بڑے پہلوان آپ کے سامنے مات اور حیران وششدر رہ جاتے۔

☆☆☆

(۳۱)

وَ رَاوَدَ تۡهُ ا لۡجِبَالُ الشُّمُّ مِنۡ ذَهَبٍ
عَنۡ نَّفۡسِهٖ فَاَرَاهَا اَيَّمَا شَمَمٖ

ڈھل کے سونے میں پہاڑوں نے کیا مائل اُنھیں
پھر بھی مُستغنی رہے وہ سَیِّد عَالیٰ ھِمَم

تشریح:

اونچے اونچے بلند پہاڑوں نے سونا بن کر آپ کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرانا چاہا لیکن آپ نے کمالِ استغنا ظاہر فرما کر اُن سے اعراض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مکہ کے پہاڑوں کو سونا بنا کر حضور کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے عرض کیا اے میرے رب! میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن شکم سیر رہوں تو جب سیر رہوں تو تیری حمد کروں اور جب بھوکا رہوں تو تیری بارگاہ میں گریہ وزاری کروں اور تجھ سے دُعا کروں۔ پہاڑ سونا بن کر آپ کی خدمت میں پیش ہوئے مگر آپ کی عالی ہمّتی نے اِس درخواست کو منظور نہ فرمایا۔ آپ کو بہت سی فتوحات بھی حاصل ہوئیں۔

☆☆☆

(۳۲)

وَ اَكَّدَتۡ زُهۡدَهٗ فِيۡهَا ضَرُوۡرَتُهٗ
اِنَّ الضَّرُوۡرَةَ لَا تَعۡدُوۡ عَلَى الۡعِصَمِ

زُہد اُن کا بے نیازِ احتیاجِ غیر تھا
ہے کہاں ممکن ضرورت توڑے عصمت کا بھرم

تشریح:

آپ کی ضرورتوں اور حاجتوں نے دنیا وَمافیہا سے آپ کے زُہد اور بے رغبتی کو اور مضبوط کر دیا۔ بے شک شدّتِ حاجت نبیوں کی معصومیت پر تجاوُز نہیں کر سکتی۔ مال و دولت پر قدرت ہونے کے باوجود دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنا کمالِ زُہد ہے، کیوں کہ دنیوی ضرورتیں انبیاے کرام کو بالخصوص حضور سید المعصومین کو مجبور نہیں کر سکتیں بلکہ وہی حضرات اُن پر غالب رہتے ہیں۔

☆☆☆

(۳۳)

وَکَیۡفَ تَدۡعُوۡ اِلَی الدُّنۡیَا ضَرُوۡرَۃُ مَنۡ
لَوۡ لَاہُ لَمۡ تَخۡرُجِ الدُّنۡیَا مِنَ الۡعَدَمِ

کیسے ممکن ہے کہ دنیا اُن کو مائل کر سکے
جن کے صدقے میں ہوئی موجود دنیا از عدم

تشریح:

اُس ذاتِ گرامی کی ضرورتیں اُسے دنیا کی طرف کیسے بُلا سکتی ہیں جو ذاتِ گرامی اگر نہ ہوتی تو دُنیا عدم سے وجود میں نہ آتی۔ حدیث قدسی ہے کہ اے محبوب! اگر تیری میلاد مقصود نہ ہوتی تو میں زمین، آسمان، عرش، کرسی، لوح، قلم، جنت، دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ دنیا حضور کے بارانِ رحمت کا ایک قطرہ اور بحرِ سخاوت کا ایک چھینٹا ہے تو پھر کیسے اُن کے فاقے کی ضرورت

اُن کو دنیا کی طرف بُلا سکتی ہے اور شدّتِ حاجت کیسے اُن کی ہمّت کو توڑ سکتی ہے۔

☆☆☆

(۳۴)

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الۡکَوۡنَیۡنِ وَالثَّقَلَیۡنِ
وَالۡفَرِیۡقَیۡنِ مِنۡ عُرۡبٍ وَّ مِنۡ عَجَمِ

احمدِ مختار شاہِ ہر دو عالَم جن و انس
سرورِ ہر دو جماعت سیّدِ عرب و عجم

تشریح:

حضرت محمد مصطفٰی ﷺ دونوں جہاں کے مالک و آقا ہیں، جن و انس کے سرور اور عرب و عجم کے سردار ہیں۔ حضور اکرم ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بنی آدم کا سردار ہوں لیکن مجھے اِس پر کوئی فخر نہیں۔ شفا قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ حضور کے ذاتی نام محمد کو اللہ تعالیٰ نے ایسا محفوظ فرما رکھا تھا کہ عرب و عجم میں کوئی بھی اِس نام سے موسوم نہیں ہوا یہاں تک کہ حضور کی پیدائش سے کچھ پہلے سارے عالم میں یہ خبر پھیل گئی کہ ایک نبی رحمت تشریف لانے والے ہیں جن کا نام ”محمد“ ہوگا۔

☆☆☆

(۳۵)

نَبِیُّنَا الۡاٰمِرُ النَّاہِیۡ فَلَاۤ اَحَدٌ
اَبَرَّ فِیۡ قَوۡلِ لَا مِنۡهُ وَ لَا نَعَمِ

آمر و نا ہی پیمبر صدق میں بے مثل ہیں
صدق میں بے مثل در فرمودنِ لاَ وَنَعم

تشریح:

ہمارے پیارے نبی ﷺ نیکیوں کا حکم دینے والے اور بُرائیوں سے روکنے والے ہیں۔آپ سے زیادہ سچا اور حق گو کوئی انسان نہیں۔آپ کے "ہاں" کہنے اور "نا" کہنے میں کوئی آپ سے زیادہ سچا نہیں۔حضور بخشش وعطا اور جود وسخا کی بلند منزل پر فائز تھے۔آپ سے جب کبھی کسی نے کوئی چیز مانگی تو آپ نے اُس کے جواب میں "نعم" یعنی "ہاں" ہی فرمایا حضور نے کبھی "نہ" نہیں فرمایا۔اگر مطلوبہ چیز حضور کے پاس بر وقت موجود ہوتی تو فوراً عطا فرما دیتے اور اگر بر وقت موجود نہ ہوتی تو سکوت فرماتے یا بعد میں عطا فرمانے کا وعدہ فرما لیتے اور کبھی کبھی قرض لے کر سائل کی ضرورت کو پورا فرما دیتے۔

☆☆☆

(۳۶)

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحَمِ

وہ حبیب رب ہیں اُن سے ہے شفاعت کی اُمید
حال و مستقبل کے ہر اِک خوف میں اُن کا کرم

تشریح:

آپ وہ محبوب ہیں جن کی شفاعت کی اُمید کی جاتی ہے، ہر پریشانی اور مصیبت کے وقت جس میں انسان مبتلا ہو جاتا ہے، قیامت کے دن جب تک حضور شفاعت کا دروازہ نہیں

کھولیں گے کوئی بھی شفاعت نہیں کر سکے گا۔ہر نبی کے لئے ایک مقبول دُعا ہے کچھ نبیوں نے اُسے دُنیا میں کر لیا لیکن میں نے اپنی دُعا کو قیامت کے دن کے لئے اُٹھا رکھا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میری شفاعت میری اُمت کے بڑے بڑے گنہ گاروں کے لئے ہے پس جو میری شفاعت کو نہیں مانتا وہ اُس کا اہل بھی نہیں ہوگا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیز گاری واہ واہ

☆☆☆

(۳۷)

دَعَا اِلَى اللّٰهِ فَالْمُسْتَمْسِكُوْنَ بِهٖ
مُسْتَمْسِكُوْنَ بِحَبْلٍ غَيْرِ مُنْفَصِمِ

ان کی دعوت کو کیا جس قوم نے دل سے قبول
تھامنے والی ہے وہ حبل متیں نا مُنفَصَم

تشریح:

آپ نے لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی تو جو آپ کے دامن سے وابستہ ہوا اور آپ کی دعوت کو قبول کر کے دین کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑا وہ اللہ کی ایسی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے والا ہے جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتی۔حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں: نبیوں کو اپنی اپنی قوموں کی طرف بھیجا گیا اور مجھے سارے عالم کی طرف بھیجا گیا۔عالم میں کوئی بھی شیٔ ایسی نہیں جو یہ نہ جانتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے سرکش جن وانس کے۔

حضور کی ذات وسیلۂ حصولِ خیرات اور ذریعۂ درجۂ کمال ہے۔قرآن اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسّی ہے جو اِس سے متمسک رہا وہ امان میں ہے اور جس نے اِس کی اتباع کی اُس کے لئے نجات ہے۔

☆☆☆

(۳۸)

فَاقَ النَّبِیّٖنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ
وَّ لَمْ یُدَانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَّ لَا کَرَمٍ

اپنی خِلقت اور اپنے خُلق میں سب سے بلند
انبیا بھی دور ہیں در منصبِ علم و کرم

تشریح:

حضور رحمت عالم ﷺ تمام انبیاے کرام پر ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے بھی فوقیت رکھتے تھے اور اپنے اخلاق حمیدہ وصفاتِ عالیہ کے لحاظ سے بھی۔ یہ تمام انبیائے کرام آپ کے مساوی ہونا تو کیا آپ کے قریب بھی نہیں نہ علم میں اور نہ ہی سخاوت و بخشش میں۔
تمام انبیاے کرام حُسنِ صورت وحُسنِ سیرت سے متصف تھے مگر حضور سب سے بڑھ کر تھے۔کوئی پیغمبر آپ کے مقام ومرتبہ کو نہیں پہنچا جو فضائل ومناقب اللہ نے نبیوں کو عطا فرمائے تھے وہ سب آپ کی ذاتِ اقدس میں جمع تھے۔

خدا نے ایک محمد میں دے دیا سب کچھ
کریم کا کرم بے حساب کیا کہنا

☆☆☆

(۳۹)

وَ کُلُّھُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللہِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

سب کے سب طالب رسول اللہ کے دربار میں
ایک چُلّو بَحر سے یا گھونٹ از ابرِ کرم

تشریح:

تمام انبیائے کرام رسول اللہ ﷺ کے طلبگار ہیں اور آپ کے علوم ومعارف کے سمندر سے ایک چُلّو اور ابرِ رحمت کی مسلسل بارش سے ایک گھونٹ کے خواہاں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ کی روحِ پاک کو پیدا کیا پھر اُسے خلعتِ نبوت سے سرفراز فرمایا۔وہ روحِ پاکِ مُصطفیٰ عالم اَرواح میں دیگر انبیائے کرام کی روحوں کو تعلیم دیا کرتی تھی۔ ہر ایک پیغمبر کی روح نے حسبِ استعداد حضور کی روح سے استفادۂ علم کیا۔کسی پیغمبر کی روح نے بقدر ایک چُلّو کے لیا اور کسی پیغمبر کی روح نے بقدر ایک گھونٹ کے۔

☆☆☆

(۴۰)

وَ وَاقِفُوْنَ لَدَیْہِ عِنْدَ حَدِّھِمْ
مِنْ نُّقْطَۃِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَکْلَۃِ الْحِکَمِ

رو بروے مصطفی اہلِ مراتب کی مثال
نقطۂ علمِ رسالت حکمت از بحرِ حِکَم

تشریح:

اور وہ آپ کے آگے اپنے مقام ومرتبہ کے لحاظ سے کھڑے ہیں جو آپ کے علم کا گویا ایک نقطہ ہیں اور آپ کے حکمت کی ایک علامت ۔ جو علوم ومعارف نبیوں نے حضور کی روحِ اقدس سے حاصل کیے اُن کا علم حضور کے دفترِ علم کا ایک نقطہ ہے یا آپ کے دفترِ معارف کا ایک اِعراب ہے ۔تمام انبیائے کرام علم کی اپنی ایک حد پر قائم ہیں اور وہ اُس حد سے تجاوز کرنے والے نہیں اور حضور کا علم وحکمت ہر آن اور ہر گھڑی ترقی پذیر ہے ۔علم وحکمت میں تمام نبیوں کے مراتب کی انتہا دراصل حضور کے مرتبے کی ابتدا ہے ۔

☆☆☆

(۴۱)

فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُورَتُهُ
ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيبًا بَارِئُ النَّسَمِ

صورت ومعنیٰ میں کامل ہے انھیں کی ذاتِ پاک
اُن کو خالق نے چُنا اپنا حبیبِ محترم

تشریح:

کیوں کہ آپ وہ ذاتِ عالی صفات ہیں جن کی ظاہری شکل وصورت اور جن کے فضائل معنوی یعنی عادات واخلاق درجۂ کمال پر ہیں، اُن ظاہری اور باطنی اوصاف کو بخشنے کے بعد تمام ذی روح کو حیات بخشنے والی ذات نے آپ کو اپنا حبیب منتخب کیا۔ آپ وہ اشرف الانبیاء ہیں جو اپنے باطنی کمالات اور ظاہری صفات میں مکمل ہیں ۔حضور فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے حضرت اسمٰعیل کو چُنا ،حضرت اسماعیل کی اولاد سے بنی کنانہ کو بنی

کنانہ سے قریش کو قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے چُنا اور مجھےﷺ اپنا حبیب مُنتخب کیا۔ کل بہ روزِ قیامت میں بنی آدم کا سردار ہوں گا۔ میرے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا، سارے نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے ،اِس انعام واکرام کے باوجود مجھے کچھ فخر نہیں ۔

☆☆☆

(۴۲)

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيكٍ فِي مَحَاسِنِهِ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

ہیں محاسن میں مُنزَّہ شرکتِ اَغیار سے
حُسن کا جوہر ہے اُن کی ذات میں نا مُنقسم

تشریح:

حضور ﷺ اپنے اوصاف ومحاسن میں شرکت سے پاک ہیں یعنی حضور کے محاسن میں حضور کا کوئی شریک نہیں اور آپ کی ذاتِ اقدس میں جو حسن وجمال کا جوہر ہے وہ تقسیم ہونے والا جوہر نہیں ۔شاعر محترم نے آقائے دوجہاں کے خصائل وشمائل اور اوصافِ حمیدہ جن میں حضور منفرد وممتاز ہیں خوب تفصیل کے ساتھ ذکر کیا اور اب وہ اپنی نوکِ قلم کو تفصیل سے اجمال کی طرف پھیر رہے ہیں اور حضور کی مدح وثنا کر کے اپنے کلام کو مُزَیَّن کر رہے ہیں ۔ اسی لئے اُنھوں نے یہ بے مثال اور خوب صورت شعر کہا کہ حضور کے محاسن میں آپ کا کوئی شریک نہیں اور نیز آپ کی خوبیوں کا جوہر قابلِ تقسیم نہیں ۔

☆☆☆

(۴۳)

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ
وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَکِمِ

مت کہو قولِ نصاریٰ تم نبی کے باب میں
اور جو چاہو کہو در مدحِ ذاتِ محتشم

تشریح:

نصرانیوں نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں جو دعویٰ کیا جو بات کہی اور جو حکم لگایا یعنی خدا کہہ دیا یا خدا کا بیٹا کہہ دیا بس تم صرف اُن جیسا کفریہ کلام نہ کہو اس سے ہٹ کر اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی شان میں مدح وثنا کے طور پر جو کہنا چاہو کہو اور جو تعریفی کلمات آپ کی ذاتِ والاصفات کی طرف منسوب کرنا چاہو کرو۔

☆☆☆

(۴۴)

وَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمِ

جو شرف چاہو کرو منسوب اُن کی ذات سے
عظمتیں جتنی بھی ہوں ممکن اُنھیں لکھے قلم

تشریح:

آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کی طرف جس شرف و بزرگی اور عظمت و کرامت کو چاہو منسوب کرو اور آپ کی قدر و منزلت کی طرف جن عظمتوں اور رفعتوں کو چاہو منسوب کرو سب مستحسن ہے۔آپ کی ذاتِ والاصفات کی طرف جمالِ خَلق، کمالِ خُلق، جودتِ عقل، صفائے قلب، بلاغتِ کلام، فصاحتِ لسان وغیرہ تمام انسانی کمالات کو منسوب کر سکتے ہو۔

☆☆☆

(۴۵)

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَیْسَ لَهٗ
حَدٌّ فَیُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ

ان کے فضل پاک کا ممکن نہیں کہ ہو بیاں
فکر انساں سے کہاں ممکن کرے مدحت رقم

تشریح:

آپ کے فضل و شرف کا بیان کما حقہ ممکن ہی نہیں۔انسان اپنے ذہن و فکر اور سوچ و بچار کی سب سے بلند منزل پر فائز ہو کر بھی اگر آپ کی مدحت کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے عظمتوں کی کوئی حد نہیں کہ بیان کرنے والا اپنی زبان سے بیان کر سکے یا بولنے والا اپنے منہ سے بول سکے۔آپ کے فضائل و کمالات بے حد و بے غایت ہیں۔بُلبلِ شیراز علامہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بس اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے ''**بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر**'' اور امام اہل سُنّت علیہ الرحمہ نے فرمایا

لیکن رضاؔ نے ختمِ سُخن اِس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

☆☆☆

(۴۶)

لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَهٗ اٰيَاتُهٗ عِظَمًا
اَحْيَى اسْمُهٗ حِيْنَ يُدْعٰى دَارِسَ الرِّمَمِ

زندہ ہو جائیں تمامی سالخوردہ استخواں
اُن کی عظمت کے مطابق ہوں جو آیاتِ عِظَم

تشریح:

امام بوصیری نے خیال کیا کہ حضور کا ثنا خواں حضور کی ثنا خوانی کا پورا حق ادا نہیں کر سکتا اور حضور کے اوصاف و کمالات کا مکمل احاطہ بھی نہیں کر سکتا جو نشانیاں آیاتِ بینات اور معجزات حضور کو عطا کئے گئے ہیں وہ عظمت و بزرگی اور شرافت و کرامت میں آپ کی قدر و منزلت کے برابر بھی نہیں اور نہ اُن آیات و معجزات کو حضور کے فضل و کمال سے کوئی مناسبت ہے، اگر حضور کے آیاتِ عِظَم اور معجزات شرافت و بزرگی میں حضور کی قدر و منزلت کے برابر ہوتے اور اُن کی عظمت کے مطابق ہوتے تو آپ کے نام پاک کے توسُّل سے فانی اور بوسیدہ ہڈیوں والے مُردے زندہ ہوجایا کرتے۔

☆☆☆

(۴۷)

لَمْ يَمْتَحِنَّا بِمَا تَعْيَ الْعُقُوْلُ بِهٖ
حِرْصًا عَلَيْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ وَلَمْ نَهِمِ

ان کے منصب کے حوالے سے نہ جانچا عقل کو
ورنہ ممکن تھا کہ ہوتے ریب وشک سے متہم

تشریح:

حضور نے ہدایت میں ہماری شدّتِ رغبت کے سبب اپنے منصب کے حوالے سے ہماری عقلوں کو نہ جانچا۔ آپ نے اپنی اُمت سے جو تخاطب فرمایا وہ اپنی علُوِ قدر و منزلت کے مُوافق نہ فرمایا بلکہ اُمّت کے فہم و ادراک اور عقل کے مُطابق فرمایا۔ یعنی شریعت کے احکام کو آسان اور عام فہم الفاظ میں بیان فرمایا تاکہ اُمّت اُنھیں آسانی سے سمجھ سکے۔ آپ نے اپنے علمِ نبوت کے لحاظ سے انتہائی اعلیٰ معیار کے مشکل الفاظ کے ساتھ اُمّت کے سامنے گفتگو نہ فرمائی کہ جن کے سمجھنے سے عقلیں عاجز و قاصر رہتیں بلکہ عام فہم اور آسان انداز اختیار فرماتے ورنہ ممکن تھا کہ احکام شریعت سمجھنے میں ہمیں دُشواری ہوتی اور ہم ریب وشک میں مبتلا ہوجاتے۔

☆☆☆

(۴۸)

اَعْيَى الْوَرٰى فَهْمُ مَعْنَاهُ فَلَيْسَ يُرٰى
لِلْقُرْبِ وَ الْبُعْدِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْفَحِمِ

فہم سے اُن کی حقیقت سے ہے عاجز کائنات
دور اور نزدیک سے ادراک بھی ہے منفحم

تشریح:

حضور کی کمالِ حقیقت کے ادراک و معرفت نے مخلوق کو عاجز و بے بس کر دیا پس دور و نزدیک کا ہر شخص آپ کے اِدراک کی حقیقت سے نا آشنا رہا، کوئی بھی شخص خواہ وہ حضور سے قریب والے زمانے میں ہو یا حضور سے دور والے زمانے میں، آپ کی حقیقت کو دنیا میں کوئی نہیں سمجھ سکا، البتہ آخرت میں آپ کی حقیقت کا اِدراک ہو جائے گا۔

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
تمہاری شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

☆☆☆

(۴۹)

كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعُدٍ
صَغِيْرَةً وَّتُكِلُّ الطَّرْفَ مِنْ اَمَمٍ

جس طرح سورج نظر آتا ہے چھوٹا دوٗر سے
مہر کی قربت سے آنکھیں ہوں گی خیرہ ایک دم

تشریح:

آپ کی مثال باعتبار ظہور ایسی ہے جیسے سورج جو آنکھوں کو دور سے چھوٹا دکھائی دیتا ہے اور نزدیک سے آنکھوں کو چُندھیا دیتا ہے۔ آفتاب جو زمین سے کئی گنا بڑا ہے مگر اُس کی حقیقت کا دریافت کرنا مشکل ہے، اگر دوٗر سے دیکھو تو شیشے کی مانند یا ڈھال کی طرح نظر آتا

ہے اور اگر اُسے نزدیک فرض کیا جائے تو بہت بڑا ہونے کے سبب آنکھوں کو چُندھیا دیتا ہے۔ آپ کے کمالات و صفاتِ عالیہ جو حلیہ نگاروں نے بیان کی ہیں وہ صحیح معنوں میں آپ کی حقیقت نہیں کیونکہ آپ کی صفات کی حقیقت کو خدائے تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پانی میں ستاروں کی صرف صورت نظر آتی ہے مگر وہ صورت ستاروں کی حقیقت نہیں ہوتی۔

☆☆☆

(۵۰)

وَكَيْفَ يُدْرِكُ فِي الدُّنْيَا حَقِيْقَتَهٗ
قَوْمٌ نِّيَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ

کس طرح دنیا کو ادراکِ حقیقت ہو سکے
مبتلائے غفلت و خوابیدگی میں ہیں اُمَم

تشریح:

دنیا میں غفلت کی نیند سوئے ہوئے لوگ حضور کی حقیقت کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں جو آپ کی حقیقت کے ادراک سے بے فکر ہو کر غفلت کی نیند سو رہے ہیں جنھیں حضور کی زیارت اگر خواب میں نصیب ہو جائے وہ غنیمت سمجھتے ہیں، وہ لوگ بھی دنیا میں آپ کی حقیقت کو نہیں پا سکتے، ہاں آخرت میں آپ کی قدر و منزلت کی حقیقت سب پر کھُل جائے گی کیوں کہ وہاں بصارت کے ساتھ بصیرت بھی کامل ہو جائے گی۔

☆☆☆

(۵۱)

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ
وَّ اَنَّهٗ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ

منتہائے علمِ انسانی میں ہیں وہ اک بشر
اور حقیقت میں ہیں خیر الخلق اور خیر الامم

تشریح:

حضور ﷺ کے سلسلے میں انسان کے علم کی انتہا یہ ہے کہ آپ ایک بشر ہیں بلکہ خیر البشر ہیں اور تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں، خیر الخلق اور خیر الامم ہیں، ہم کو حضور کی حقیقت معلوم نہیں، ہمارا منتہائے علم یہ ہے کہ آپ انسانوں، جنوں اور فرشتوں میں سب سے افضل ہیں، تمام انسان بشریت میں مشترک ہیں لیکن معارف و محاسن اور خصائل و خصائص میں حضور سب سے ممتاز اور منفرد ہیں۔ بارگاہ الٰہی میں آپ کا قُرب انسان کے وہم وگمان سے بالاتر ہے۔

☆☆☆

(۵۲)

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ

معجزے جتنے بھی لائے ہیں رسولانِ کرام
اُن پہ نورِ مصطفیٰ ہی کا تھا فیضان وکرم

تشریح:

اور جس قدر معجزے بزرگ و برتر رسول اور پیغمبرانِ اولوالعزم لے کر تشریف لائے وہ سب کے سب اُن کو حضور ﷺ کے نور سے حاصل ہوئے ہیں۔ اُن پر نورِ مصطفیٰ ہی کا فیضان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور کی روحِ انور کو پیدا کیا اور اُسے خلعتِ نبوت سے سرفراز کیا پھر انبیا ئے کرام کی روحوں کو پیدا کیا اور حُکم دیا کہ اگر تمہیں میرے محبوب کا زمانہ ملے تو اُن پر ایمان لانا اور اُن کی اتباع کرنا۔ جب پیغمبروں کی روحوں نے رب کے حکم کی تعمیل کی تو حضور کا نور اُن کی روحوں پر چمکا اور اُن پر معجزات کے ظاہر کرنے کی استعداد وصلاحیت پیدا ہوگئی۔

☆☆☆

(۵۳)

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا
يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

آفتابِ فضل ہیں سب انبیا مثل نُجُوم
ظلمتوں میں سب پہ ظاہر کرتے ہیں نورِ اَتَم

تشریح:

حضور فضیلت و کرامت کے آفتاب ہیں اور باقی سارے انبیا اُس آفتاب کے لئے ستاروں کے مانند ہیں جو تاریکیوں میں لوگوں کے لئے آفتابِ نبوت و رسالت کے نور کو ظاہر کرتے رہے ہیں۔ حضور آسمانِ معجزات وکمالات کے آفتاب ہیں جس طرح ستارے بالذات روشن نہیں بلکہ آفتاب سے نور کو ظاہر کرتے ہیں اسی طرح انبیائے کرام بھی دنیا میں حضور کی

تشریف آوری سے پہلے جہالت وگمراہی کی تاریکیوں میں حضور ہی کے نور کو ظاہر کرتے رہے جو فضائل وکمالات اُنھیں دُنیا میں ملے وہ سب حضور ہی کے نور کا فیضان تھے۔

☆☆☆

(۵۴)

حَتّٰی اِذَا طَلَعَتْ فِی الْکَوْنِ عَمَّ ھُدَا
ھَا الْعٰلَمِیْنَ وَاَحْیَتْ سَائِرَ الْاُمَمِ

طلعتِ خورشید سے کونین روشن ہو گئے
اور اُن کے نور سے زندہ ہوئیں جملہ اُمَم

تشریح:۔

جب آفتابِ نبوت اور خورشیدِ رسالت طلوع ہوا تو ساری کائنات روشن ومنور ہوگئی اور آپ کے نورِ نبوت سے سارے جہان میں اُجالا ہی اُجالا ہوگیا۔لوگ کفروشرک کی غلاظتوں اور ضلالت وگمراہی کے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے،آپ کے نورِ ہدایت سے ساری مُردہ قوموں کو زندگی ملی گمراہ اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو ہدایت کی روشنی ملی۔کفروشرک کی غلاظتوں میں پھنسے ہوؤں کو ایمان واسلام کا اُجالا ملا۔

☆☆☆

(۵۵)

اَکْرِمْ بِخَلْقِ نَبِیٍّ زَانَہٗ خُلُقٌ
بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالْبِشْرِ مُتَّسِمٖ

کس قدر اکرم ہے اُن کی ذات اور خُلُقِ ﷺ عظیم
حُسن صورت خندہ روئی ذاتِ اقدس میں بہم

تشریح:

حضور نبی رحمت کی ظاہری شکل وصورت کیسی حسین وجمیل ہے کہ جس کو حُسنِ سیرت اور خوش اخلاقی نے آراستہ کر رکھا ہے۔ظاہری صورت تو حُسن پر مشتمل ہے"اَلْحُسْنُ"کا الف لام اِستغراقی ہونے پر معنی یہ ہوں گے کہ حُسن وجمال کی تمام قسمیں ایک ذات میں جمع ہیں۔حُسن تمام جہتوں اور سمتوں سے حضور کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔حُسن حضور کا لباس ہے۔حضور لباسِ حُسن زیبِ تن فرمائے ہوئے ہیں اور معنوی سیرت کا حُسن آپ کی کشادہ روئی اور خندہ پیشانی سے متصف ہے۔

☆☆☆

(۵۶)

کَالزَّھْرِ فِیْ تَرَفٍ وَّالْبَدْرِ فِیْ شَرَفٍ
وَّالْبَحْرِ فِیْ کَرَمٍ وَّالدَّھْرِ فِیْ ھِمَمٖ

تازگی مثلِ شگوفہ بدرِ کامل در شَرَفْ
کائناتِ عزم و ہمّت در سخا بحرِ کرم

تشریح:

مصطفٰے جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حُسن وجمال،تازگی خوشبو میں شگوفہ کے مثل ہیں۔غنچہ کی طرح ہیں پھول کے مانند ہیں۔شرف وبزرگی میں بدرِ کامل کی طرح ہیں۔بدر کامل کی بزرگی رات کے تمام ستاروں پر ایسی ہے جیسے حضور کی بزرگی تمام نبیوں پر بدر سے کسی کو

تشبیہ دینا اہلِ عرب کے نزدیک شمس وقمر سے زیادہ فصیح وبلیغ ہے۔ بخشش اور جود وکرم میں آپ سمندر کے مثل ہیں حوصلہ اور عزم وہمت میں زمانے کی طرح ہیں جملہ کائنات کی عزم وہمت حضور کے حوصلوں اور آپ کی ہمتوں سے ہے۔

☆☆☆

(۵۷)

كَاَنَّهٗ وَ هُوَ فَرْدٌ مِّنْ جَلَالَتِهٖ
فِيْ عَسْكَرٍ حِيْنَ تَلْقَاهُ وَ فِيْ حَشَمِ

فرد ہیں اپنی جلالت اور عظمت میں حضور
اور لگتا ہے کہ خدمت میں ہیں سب فوج و حشم

تشریح:

شاعر محترم فرماتے ہیں کہ حضور اکیلے اور تنہا ہونے کی حالت میں بھی اپنے کمالِ ہیبت اور رُعب و دبدبہ اور اپنی شان وشوکت کی وجہ سے ایسے معلوم ہوتے تھے گویا آپ ایک بڑے لشکر اور جیش عظیم کے درمیان کھڑے ہیں اور کثیر لوگوں کے ہجوم میں موجود ہیں اور جیسے ایک بڑے لشکر کے قلب میں اور لاتعداد جانثاروں کے جُھرمٹ میں جلوہ افروز ہیں اس شعر میں انفرادی حالت میں آپ کی قوتِ شجاعت و عظمتِ مہابت کی طرف اشارہ ہے اور اِس بات کی طرف بھی کہ آسمانی ملائکہ اور رِجَالُ الْغَيْبْ آپ کے مصاحب اور آپ کے تابع فرمان ہیں۔

☆☆☆

(۵۸)

كَاَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ فِيْ صَدَفٍ
مِنْ مَّعْدِنَيْ مَنْطِقٍ مِّنْهُ وَمُبْتَسِمِ

اُن کے دندانِ مبارک دُرِّ مکنونِ صدف
معدنِ نُطق و تبسم اُن کا روئے مُبتسم

تشریح:

یوں معلوم ہوتا ہے کہ تکلم وتبسم دو کانیں ہیں اور آپ کا کلامِ مبارک اور دندانِ مبارک یہ دونوں ایسے ہیں جیسے سیپ میں موجود پوشیدہ موتی اور آپ کا مسکراتا چہرہ نُطق و تبسّم کی کان ہیں۔ نُطق کی جگہ ''دل'' اور ''زبان'' ہیں جو بیان کا مظہر ہیں اور تبسّم کی جگہ ''لبہائے مبارکہ'' ہیں جو دندانِ مبارک کا مظہر ہیں۔ شعر میں دو تشبیہیں ہیں ایک معنوی اور دوسرے حسّی۔ حضور کے زبانِ مبارک کے کلمات اور دندانِ مبارک کا نُطق اپنی لطافت اور چمک دمک میں پوشیدہ موتی کی مانند ہیں۔ حضور کے تکلم اور تبسم فرماتے وقت چہرۂ مبارک کے حُسن کا یہ عالم ہوتا تھا کہ آپ کے لبہائے مبارکہ وا ہوتے ہی ایسی روشنی پھوٹتی کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تاریک کمرہ روشن ہو جایا کرتا تھا۔ علامہ محلی نے بیان کیا کہ کسی عارف باللہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ابو بکر صدیق شعر نمبر ۵۷، ۵۸ کے ذریعہ بڑے خوبصورت انداز میں حضور کی تعریف کرتے ہوئے رو رہے ہیں۔

☆☆☆

(۵۹)

لَا طِيْبَ يَعْدِلُ تُرْبًا ضَمَّ اَعْظُمَهٗ
طُوْبٰى لِمُنْتَشِقٍ مِّنْهُ وَمُلْتَثِمِ

خوشبوئے آرامگاہِ مصطفی بے مثل ہے
اے خوشا بوسہ دہِ خاکِ مزارِ محترم

تشریح:

کوئی خوشبو اُس مُبارک مٹی کی خوشبو کے برابر نہیں ہوسکتی جو حضور کے جسمِ اقدس سے لگی ہے۔کس قدر سعادت مند ہے وہ شخص جس نے اُس کو سونگھا ہے اور جس نے اُس کو بوسہ دیا ہے۔دُنیا کے کسی کستوری کافور عود اور تر وتازہ صندل اور مشک وعنبر وزعفران میں بھی ایسی خوشبو نہیں جیسی کہ حضور کے قبرِ انور کی خاک میں خوشبو ہے۔جب حضور مدینہ منورہ کے کسی کوچہ سے گزرتے تو وہ کوچہ خوشبو سے معطر ہو جایا کرتا تھا جس سے صحابہ سمجھ جایا کرتے تھے کہ ضرور اِس کوچہ سے حضور گزرے ہیں۔یہی خوشبو آپ کے ساتھ ساتھ روضۂ مبارک میں بھی داخل ہوگئی۔خصائص مِدینہ میں سے وہاں کی ہوا کا اور وہاں کی بارش کا خوشبو دار ہونا بھی ہے۔

☆☆☆

چوتھی فصل ولادتِ طیبہ کے بیان میں

(۶۰)

اَبَانَ مَوْلِدُهٗ عَنْ طِيْبِ عُنْصُرِهٖ
يَا طِيْبَ مُبْتَدَاءٍ مِّنْهُ وَمُخْتَتَمِ

ان کی پیدائش کی خوشبو سے مہک اٹھا جہاں
ابتدا بھی خوب تر ہے پاک تر ہے مختتم

تشریح:

حضور کا زمانۂ وِلادت اُس کے بہترین عُنصر کے ساتھ ظاہر ہوا،اللہ رے آپ کی پاکیزہ اور خوشبودار ابتدا اور انتہا۔سبحان اللہ! کیسی عُمدہ ہے وہ ذات جس کا زمانۂ ابتدا بھی شان دار اور زمانۂ انتہا بھی شان دار۔حضرت صدیق اکبر نے آپ کے وصال کے بعد جبین انور کو چومتے ہوئے عرض کیا تھا: یارسول اللہ! آپ کی حیات و وصال کتنی پاکیزہ اور عُمدہ ہے! آپ کا آغاز و انجام کتنا اچھا ہے! مروی ہے کہ حضور کا نطفۂ زکیّہ شکمِ آمنہ میں قرار پذیر ہوا تو سارے عالم میں منادیٰ کی گئی کہ عالمِ قُدس کو معطّر کر دیا جائے، ملائکہ مقرّبین اور اہلِ صدق وصفا کے لئے عبادت کے مصلّے بچھا دیے جائیں،اِس لئے کہ آج نورِ محمدی رحمِ آمنہ میں منتقل ہو چکا ہے۔

☆☆☆

(۶۱)

يَوْمٌ تَفَرَّسَ فِيْهِ الْفُرْسُ اَنَّهُمْ
قَدْ اُنْذِرُوْا بِحُلُوْلِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ

اہلِ فارس کو ہوا محسوس اُن کے ذکر سے
اب عذاب اُترے گا اُن پر اور صد رنج والم

تشریح:

حضور کی پیدائش کا دن وہ دن تھا جس میں اہلِ فارس نے اپنی فراست سے معلوم کرلیا کہ وہ نزولِ سزا وعذاب اور شدّتِ خوف سے ڈرائے جانے والے ہیں۔ اہلِ فارس مجوسی تھے، آگ کو پوجتے تھے، چونکہ ایمان سے نوازے جانے والے تھے اِس لئے اُن کی مدح میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عرب میں قُریش کو چُنا اور عجم میں فارس کو۔ جس روز حضور اکرم ﷺ پیدا ہوئے کسریٰ کے محل میں زلزلہ آگیا، اُس کے چودہ کنگورے گر پڑے، فارس کی آگ جس کی ہزار برس سے پوجا ہو رہی تھی اور وہ کبھی نہیں بجھتی تھی یکبارگی ٹھنڈی ہوگئی، بحیرۂ ساوہ خشک ہوگیا، اہل فارس کو بطریق فراست اپنے علما واکابر سے معلوم ہو گیا تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ظہور کا وقت آچکا ہے چونکہ وہ لوگ ایسی خوفناک اور ہیبت ناک علامتیں دیکھ چکے تھے جن سے یقین ہوگیا تھا کہ اُن کی سلطنت اب ختم ہونے والی ہے۔

☆☆☆

(۶۲)

وَ بَاتَ اَيْوَانُ كِسْرٰى وَهُوَ مُنْصَدِعٌ
كَشَمْلِ اَصْحَابِ كِسْرٰى غَيْرَ مُلْتَئِمِ

گر گیا ایوانِ کسریٰ پارہ پارہ ہوگیا
منتشر اعیانِ کسریٰ ہو گئے سب ایک دم

تشریح:

اور حضور ﷺ کی ولادت کی شب وہ شب تھی کہ جس میں کسریٰ کا شاہی محل رات کے وقت پھٹ گیا اور یوں بے جُڑے رہ گیا جیسا کہ کسریٰ کا لشکر منتشر ہونے کے بعد پھر منظم نہ ہو سکا۔ کسریٰ خسرو سے معرب ہے یہ فارس کے بادشاہوں کا لقب ہے جیسے مصر کے بادشاہوں کا نام فرعون، روم کے بادشاہوں کا نام قیصر، حبشہ کے بادشاہوں کا نام نجاشی، تُرکیوں کے بادشاہوں کا نام خاقان اور یمن کے بادشاہوں کا نام تبّع ہوا کرتا تھا۔ حضور ﷺ کے ظہور اور آپ کے نور کی چمک کی رات کسریٰ کا ایوان ٹوٹ گیا جو اُن کی تباہی اور بربادی پر اشارہ تھا، اُنھوں نے ایسی حکومت کی کہ دنیا میں کسی بادشاہ کو ایسی بادشاہی کا اتفاق نہیں ہوا، اُس کا مسند مقام حشم تخت پر بیٹھنا، خادمین اور معاونین کا حاضر خدمت رہنا، اِن تمام کے باوجود وہ شکست کھاتے رہے یہاں تک کہ اسلام آگیا۔ روایت ہے کہ جب ایوان گونجا تو بادشاہ بذاتِ خود اور اُس کے مددگار بھی گر پڑے اور اُسی وقت محل کے چودہ کنگورے بھی گر گئے تو اُس نے عرب کے ایک بادشاہ کے پاس قاصد بھیجا تا کہ یہ جو کچھ ظاہر ہوا ہے اُس سے پوچھے تو یہ مقدمہ سطیح کے پاس لے جایا گیا، وہ عرب کے کاہنوں میں سب سے زیادہ ماہر تھا، اُس نے کہا اِس کے مختلف اسباب ہیں نیز کنگروں کی تعداد کے مطابق بادشاہ مرجائیں گے پس اُن میں سے دس

بادشاہ چار سال میں مر گئے اور باقی چار حضرت عثمان غنی کی خلافت تک ہلاک ہو گئے اور تمام ملک فارس مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

☆☆☆

(۶۳)

وَالنَّارُ خَامِدَةُ الْاَنْفَاسِ مِنْ اَسَفٍ
عَلَيْهِ وَالنَّهْرُ سَاهِي الْعَيْنِ مِنْ سَدَمِ

آتش فارس بھی ٹھنڈی سانس لے کر بجھ گئی
اور رواں دریا ہوا خاموش از رنج والم

تشریح:

اور اُس دن یعنی حضور کی ولادت کے وقت مجوسیوں کی آگ کے شُعلے شاہ کسریٰ کی حالتِ زار پر غم وافسوس کر کے سرد پڑ گئے۔ آتش فارس ٹھنڈی سانس لے کر بُجھ گئی اور نہر فرات ندامت وافسوس اور رنج والم کے مارے اپنا راستہ بھول گئی۔ دریا کا پانی ختم ہو گیا۔ آپ کی ولادت کے وقت نظامِ عالم میں غیر معمولی تغیرات ہوئے۔ حضور ﷺ کی میلاد شریف کے دن مجوسیوں کی وہ آگ جس کی ہزار سال سے پوجا ہو رہی تھی ایوان کسریٰ کی حالت زار کے غم میں سرد پڑ گئی اور جو دریائے فرات سالہا سال سے کُفار کو فائدہ پہنچا رہا تھا اُس نے شرمندہ ہو کر اپنا راستہ بدل لیا اور وادیٔ ساوہ میں جا گرا (جو کوفہ اور شام کے درمیان ایک جنگل ہے) یہاں تک کہ اُس جنگل میں تا حدِ نگاہ پانی ہی پانی نظر آنے لگا حالانکہ اِس سے پہلے اُس میں اِتنا بھی پانی نہ تھا کہ کوئی پیاسا اپنا حلق تر کر سکے۔

☆☆☆

(۶۴)

وَسَاءَ سَاوَةَ اَنْ غَاضَتْ بُحَيْرَتُهَا
وَرُدَّ وَارِدُهَا بِالْغَيْظِ حِيْنَ ظَمِيْ

موجزن دریائے ساوہ خشک ہو کر رہ گیا
اور پیاسے ساوہ کے لوٹے بصد غیظ و الم

تشریح:

اور اُس روز اہل ساوہ غمگین ہو گئے جب کہ اُن کا بُحیرہ خُشک ہو گیا اور لوگ پانی کے طلبگار ہوئے جب انھیں پیاس لگی اور وہ پانی پینے لئے وہاں آئے تو وہ پیاسے پانی نہ ملنے کے سبب غیظ وغضب اور انتہائی غُصّے میں واپس لوٹے" ساوہ" فارس میں ہمدان دُرّے کے عین وسط میں ایک شہر تھا وہاں ایک بڑا قطعۂ آب تھا جو "بُحیرۂ ساوہ" کہلاتا تھا، یہ بحیرہ چھ میل لمبا اور چھ میل چوڑا تھا۔ ساحل پر آباد لوگوں کی اس میں کشتیاں چلتی تھیں، ساوہ کے ارد گرد یہود ونصاریٰ کی معتبر عبادت گاہیں مشہور تفریح گاہیں اور گرجا گھر (کنیسے) تھے۔ حضور ﷺ کی میلاد شریف کے موقع پر اُن کا بُحیرہ جو اُن کی عبادت گاہوں کی رونق کا باعث تھا، یکا یک اُس کا پانی زمین میں جذب ہو کر خشک ہو گیا اور اُس کا پانی زمین کے اندر اِس قدر نیچے چلا گیا کہ زمین کے اندر سے آگ کی لپیٹیں نکلنے لگیں، ایسا معلوم ہوتا تھا اُس بحیرہ کی زمین پک رہی ہو، اس سے اہل ساوہ بہت دُکھی ہوئے اور انتہائی غمگین ہوئے۔

☆☆☆

(۶۵)

كَاَنَّ بِالنَّارِ مَا بِالْمَاءِ مِنْ بَلَلٍ
حُزْنًا وَّ بِالْمَاءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمٖ

آب جیسی سرد ہو کر رہ گئی فارس کی آگ
اور تپش پانی کی تھی در اصل غمازِ اَلَم

تشریح:

حضور کی ولادت کے موقع پر گویا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ غم کے مارے آگ نے پانی کی خاصیت (تری) کو اختیار کر لیا ہو اور پانی نے آگ کی خاصیت (سوزش) کو اختیار کر لیا ہو۔ میلاد شریف کے دن مجوسیوں کی آگ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ گویا اُس میں پانی کی خاصیت یعنی تری اور نمی آگئی ہو جو سرد ہونے کا باعث ہے اور بحیرۂ ساوہ میں آگ کی خاصیت یعنی سوزش اور حرارت پیدا ہو گئی ہو جو جلانے اور خشک کرنے کا باعث ہے۔ خُلاصہ یہ کہ حضور اقدس ﷺ کے ولادت پاک کے موقع پر غم کے مارے آتش کدے ایسے سرد پڑ گئے جیسے اُنھیں پانی سے بُجھا دیا گیا ہو اور بحیرۂ ساوہ ایسا خشک ہو گیا جیسے اُسے آگ سے خشک کیا گیا ہو۔

☆☆☆

(۶۶)

وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَ الْاَنْوَارُ سَاطِعَةٌ
وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَّعْنًى وَّمِنْ كَلِمٖ

جنّ بلند آہنگ تھے انوارِ حق کو دیکھ کر
اور صداقت جلوہ گر تھی لفظ و معنیٰ میں بہم

تشریح:

اور جنّات غیب سے آوازیں دے رہے تھے، انوار چمک رہے تھے، حق معنی اور کلام سے ظاہر ہو رہا تھا، لفظاً تو یوں کہ جنوں کے گروہ کو بھی حضور ﷺ کی ولادت کا علم ہو گیا اور اُنھوں نے آپ کی شاندار آمد کی بشارت دی جسے لوگوں نے سنا اور معناً یوں کہ قدرتی نشانیاں ظاہر ہوئیں اور انوار دُنیا پر اِس طرح چمکے کہ روم اور شام کے محلات روشن ہو گئے۔

مروی ہے کہ لوگوں نے ابوقُبَیس اور حجون پہاڑ سے اُس دُرِّ مکنون کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ کی مدح و ثنا میں جنّوں کی آوازیں سُنیں لیکن کسی نے اُن کو نہیں دیکھا۔ اُمِّ عثمان کہتی ہیں کہ میں حضور کی ولادت کی رات حاضر تھی، میں نے دیکھا کہ انوار تمام شہروں اور مُلکوں پر چھائے ہوئے ہیں۔ صفیہ بنتِ عبدالمطلب کہتی ہیں کہ میں نے ایسا نور دیکھا جو میرے چراغ کی روشنی پر غالب تھا، آپ کی حقیقت یا تو آپ کی صورت اور سیرت سے ظاہر ہوتی ہے یا آپ کے ظاہر و باطن سے یا قرآن کے معانی و الفاظ سے۔

☆☆☆

(۶۷)

عَمُوْا وَصَمُّوْا فَاِعْلَانُ الْبَشَائِرِ لَمْ
تُسْمَعْ وَبَارِقَةُ الْاِنْذَارِ لَمْ تُشَمٖ

اندھے اور بہرے رہے خوش خبریوں سے بے خبر
برق کا بھی خوف تھا اُن کو نہ احساسِ الم

تشریح:

وہ جن کی قسمت میں کفر تھا اندھے اور بہرے ہو گئے، اسی وجہ سے اُنھوں نے حضور ﷺ کی بعثت کی بشارتوں کا اعلان نہیں سُنا اور نہ ہی ڈرانے والی بجلیاں اُنھیں نظر آئیں، بشارتوں کا اعلان جنّوں کی صدائیں تھیں اور تخویف و اِنذار کی بجلی وہ انوار جو حضور ﷺ کی ولادت کے وقت اَطراف عالم میں نمودار ہوئے، جن کی چمک دمک سے روم وشام کے محلاّت روشن ہو گئے، کُفّار اُن انوار کو دیکھنے سے اندھے ہو گئے اور اخبار و اطلاعات سے بہرے ہو گئے۔

☆☆☆

(۶۸)

مِنْ بَعْدِ مَا اَخْبَرَ الْاَقْوَامَ كَاهِنُهُمْ
بِاَنَّ دِيْنَهُمُ الْمُعْوَجَّ لَمْ يَقُمِ

کاہنوں نے اپنی قوموں کو کیا تھا مُطّلع
جلد ہوگا دین باطل اور کج مج کالعدم

تشریح:

باوجود یکہ اُن کے کاہنوں اور نُجومیوں نے اپنی اپنی قوم کے لوگوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ اُن کا باطل دین اور جھوٹا مذہب اب قائم نہیں رہ سکے گا پھر بھی وہ اندھے اور بہرے بنے رہے۔ پہلے لوگ نجومیوں سے معلومات حاصل کرتے تھے لیکن اعلانِ رسالت کے بعد آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے کاہن اور نجومی کے پاس جا کر اُس کی خبر کی تصدیق کی تو بے شک اُس نے محمد ﷺ پر اُتری ہوئی وحیٔ اِلٰہی کا انکار کیا، جس نے کاہن اور نجومی کی باتوں کی تصدیق کی اُس کی چالیس دن ورات کی نمازیں قبول نہیں کی جائیں گی۔

(۶۹)

وَبَعْدَ مَا عَايَنُوْا فِي الْاُفُقِ مِنْ شُهُبٍ
مُنْقَضَّةٍ وَّفْقَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ صَنَمِ

بعد ازاں دیکھا شہابوں کو فلک پر ٹوٹتے
اور زمیں پر گر گئے یکبارگی سارے صنم

تشریح:

اور مزید باوجود یکہ کُفّار و منکرین حق دیکھنے سے اندھے اور حق سُننے سے بہرے ہو گئے حالانکہ اُنھوں نے آسمان کے اَطراف میں روشن ستاروں کو اِس طرح گرتے دیکھا جس طرح زمین میں بُت اوندھے منہ گرتے ہیں۔ اُن کُفّار کو آفاقی نشانیوں، جنّوں کی چوری کردہ اخبار کی سماعت اور بُتوں کا مغلوب ہو کر منہ کے بل گرنے جیسی مشاہداتی نشانیوں نے کوئی فائدہ نہیں دیا وہ کُفّار و منکرین ازلی کم نصیب ہیں۔

☆☆☆

(۷۰)

حَتّٰى غَدَا عَنْ طَرِيْقِ الْوَحْيِ مُنْهَزِمٌ
مِّنَ الشَّيَاطِيْنِ يَقْفُوْا اِثْرَ مُنْهَزِمِ

بھاگتے تھے سب شیاطیں گرتے پڑتے ایک ساتھ
راستے سے وحی کے ہو کر مکمل مُنْهَزِم

تشریح:

حتّٰی کہ شیاطین آسمان میں وحی کے نزول کے راستے سے ایک کے پیچھے ایک بھاگ کھڑے ہوئے، شیاطین پر شہابِ ثاقب کا گرنا پہلے بھی تھا اور ابلیس کی رسائی تمام آسمانوں تک تھی، جب حضرت عیسٰی علیہ السلام پیدا ہوئے تو اُن کی رسائی صرف نیچے کے چار آسمانوں تک رہ گئی، اگر وہ اُن چار سے آگے بڑھتے تو فرشتے اُن پر شہابِ ثاقب گراتے، جب نبیِّ آخرالزماں اس دنیا میں تشریف لائے تو اُن چار تک بھی شیاطین کا آنا جانا بند ہوگیا، اب اگر شیاطین اوپر جانا چاہتے تو فرشتے اُن پر شعلے برساتے، جنھیں تارے ٹوٹنا بولتے ہیں۔ حضور کی تشریف آوری پر آسمانوں کی حراست کے زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ کی ولادت ایسے وقت ہوئی جب کہ کاہنوں کی کثرت تھی اور ان کاہنوں کو شیاطین بعض غیب کی خبریں بتا یا کرتے تھے اور وہ دیگر لوگوں کو کچھ اپنی طرف سے ملا کر بتا دیا کرتے تھے، ایسی صورت میں وحی کے ساتھ غیر وحی کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ تھا، لہٰذا تمام آسمانوں سے جن اور شیاطین کا داخلہ بند کر دیا گیا، خلاصہ یہ کہ کاہنوں نے خبر دی تھی کہ اُن کا دین باطل حضور کی موجودگی میں قائم نہیں رہ سکے گا نیز زمین پر اُن کے بُت اوندھے مُنہ گر پڑے۔ آسمان سے شیاطین پر اتنے شہابِ ثاقب گرے کہ وہ سب ایک دوسرے کے پیچھے بے تحاشا وہاں سے بھاگ آئے مگر بایں ہمہ کفار اندھے اور بہرے ہی رہے۔

☆☆☆

پانچویں فصل: معجزات کے بیان میں

(۷۱)

كَاَنَّهُمْ هَرَبًا اَبْطَالُ اَبْرَهَةٍ
اَوْ عَسْكَرٌ بِالْحَصٰى مِنْ رَّاحَتَيْهِ رُمِيْ

مثلِ فوجِ ابرہہ وہ منتشر پسپا ہوئے
سنگریزے جن پہ پھینکے دستِ سالارِ اُمَم

تشریح:

گویا وہ شیاطین بھاگنے کے لحاظ سے ابرہہ کے بہادُر سپاہیوں کی طرح ہیں یا اُس لشکر کی مانند ہیں جن پر حضرت نے اپنے مبارک ہاتھوں سے سنگریزے پھینکے تھے۔ حضور کی ولادتِ شریفہ کے وقت شہابِ ثاقب کی کثرت سے شیاطین آسمانوں کو چھوڑ کر اِس طرح دُم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے جیسے ابرہہ کے بہادُر سپاہی ابابیلوں کے سنگریزوں سے بیت اللہ شریف پر حملہ کو چھوڑ کر بھاگے تھے یا اِس طرح بھاگے جس طرح مخالفین کا لشکر حضور کی مُٹھی بھر کنکروں سے بھاگ گیا تھا۔

(۷۲)

نَبْذًا بِهٖ بَعْدَ تَسْبِيْحٍ بِبَطْنِهِمَا
نَبْذَ الْمُسَبِّحِ مِنْ اَحْشَاءِ مُلْتَقِمِ

بعدِ تسبیحِ خدا پھینکے جو کنکر آپ نے
جس طرح تسبیح سے ذوالنون تھے بیرونِ یَم

تشریح:

حضور نے تسبیح پڑھنے کے بعد اپنے دستِ مبارک کی ہتھیلیوں سے کنکریوں کو دُشمنوں کی طرف اِس طرح پھینکا جس طرح تسبیحِ الٰہی کی برکت سے مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو باہر ساحل سمندر پر پھینک دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام شہر نینوا میں مبعوث ہوئے تھے، انھوں نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا مگر وہ آپ پر ایمان نہ لائے، بالآخر آپ نے اُن کو عذاب الٰہی آنے کی اطلاع دی، جب عذاب میں تاخیر ہوئی تو آپ بغیر اِذنِ الٰہی کے اپنی قوم سے دور چلے گئے اور سمندر کے کنارے پہنچ کر ایک کشتی میں سوار ہو گئے، وہ کشتی بیچ دریا میں جا کر ٹھہر گئی، ملاحوں نے کہا کہ ضرور اِس کشتی میں اپنے آقا سے بھاگا ہوا کوئی غلام سوار ہے، جب تک وہ کشتی سے نہ اُترے گا کشتی نہیں چلے گی۔ قُرعہ ڈالا گیا تو وہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا نکلا۔ آپ نے فرمایا: وہ بھاگا ہوا غلام میں ہی ہوں اور سمندر میں کود پڑے۔ فوراً ہی ایک مچھلی نے آپ کو نگل لیا اور پھر تسبیحِ الٰہی کی برکت سے چالیس دن کے بعد مچھلی نے آپ کو ساحل سمندر پر اُگل دیا۔

☆☆☆

(۷۳)

جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً
تَمْشِيْ اِلَيْهِ عَلٰى سَاقٍ بِلَا قَدَمِ

اُن کی دعوت پر سبھی اَشجار حاضر ہوگئے
بارگہ میں تن کے بل آئے نہ رکھتے تھے قدم

تشریح:

درخت حضور ﷺ کے بُلانے پر سجدہ کرتے ہوئے مطیع وفرماں بردار ہو کر قدموں کے بغیر اپنے تنوں پر چلتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ ایک اعرابی نے حضور ﷺ سے آپ کی نبوت کی نشانی پوچھی۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اُس درخت سے کہہ دو کہ رسولِ خدا تجھ کو بُلاتے ہیں۔ درخت نے جب حضور کا فرمان سُنا وہ دائیں، بائیں، آگے، پیچھے ہلا اور اُس کی جڑیں زمین سے جُدا ہوئیں، وہ جڑوں کو گھسیٹتا ہوا حاضرِ خدمت ہوا اور گویا ہوا ’’السلام علیک یارسول اللہ‘‘ آپ نے اُس درخت کو دوبارہ واپس جانے کا حکم فرمایا۔ وہ تنے کے سہارے واپس چلا گیا اور اُس کی جڑیں بدستور اپنی جگہ جا لگیں۔

☆☆☆

(۷۴)

كَاَنَّمَا سَطَرَتْ سَطْرًا لِّمَا كَتَبَتْ
فُرُوْعُهَا مِنْ بَدِيْعِ الْخَطِّ فِي اللَّقَمِ

اُن کی شاخوں نے زمیں پر کھینچ دیں ایسی سطور
دستِ کاتب نے کیا جیسے بدیع الخط رقم

تشریح:

حضور ﷺ کے حکم پر وہ درخت زمین کو چیرتا ہوا بخطِ مستقیم آپ کی خدمت میں آموجود ہوا۔ اِدھر اُدھر متمائل نہ ہوا جو غایتِ ادب کی دلیل ہے۔ گویا اُس نے مِسطر سے ایک سیدھی لکیر کھینچ دی جیسے کاتب حضرات لکھنے سے پہلے کھینچ لیا کرتے ہیں اور اُس پر اس کی شاخوں نے خطِ گلزار لکھ دیا۔

(۷۵)

مِثْلَ الْغَمَامَةِ اَنّٰی سَارَ سَائِرَۃً
تَقِیْهِ حَرَّ وَطِیْسٍ لِّلْهَجِیْرِ حَمِی

بادلوں کے مثل وہ سایہ فگن تھے آپ پر
دوپہر کی سخت گرمی سے بچاتے تھے بہم

تشریح:

وہ درخت اُن بادلوں کے مثل ہیں کہ جہاں حضور تشریف لے جاتے وہاں یہ بادل بھی ساتھ جاتے تا کہ حضور کو سخت دوپہر میں جلتے ہوئے آفتاب کی تپش سے محفوظ رکھیں۔ حضور جہاں تشریف لے جاتے یہ بادل بھی ساتھ جاتے۔ چاہے آپ پیدل ہوں سوار ہوں تیز چلتے ہوں یا آہستہ۔ بہرصورت یہ بادل ذرا بھی حضور سے جُدا نہ ہوتے تھے۔ بارہ برس کی عُمر میں آپ نے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ مُلک شام کا سفر کیا تو بُحیرٰی راہب اور اُس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ بادل آپ پر سایہ کیئے ہوئے ہیں۔ اِسی معجزے کو دیکھ کر بُحیری راہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پیشین گوئی کی۔

☆☆☆

(۷۶)

اَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمُنْشَقِّ اِنَّ لَهٗ
مِنْ قَلْبِهٖ نِسْبَةً مَّبْرُوْرَةَ الْقَسَمِ

چاند کو ایک خاص نسبت ہے نبی کے قلب ﷺ سے
اس لئے شق القمر کی میں اُٹھاتا ہوں قسم

تشریح:

میں شق ہونے والے چاند کی سچی قسم کھاتا ہوں کہ بے شک اُس شق قمر کو آپ کے قلبِ مبارک سے ایک مشابہت اور ایک خاص نسبت ہے۔ اِس شعر میں شق صدر اور شق قمر والے معجزے کی طرف اِشارہ ہے۔ ایک رات قریش کے مطالبہ پر آپ نے انگشت شہادت کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اِس پر قریش کہنے لگے کہ محمد نے ہم پر جادو کیا اور اطراف و جوانب آدمی دوڑائے کہ وہاں بھی ایسا ہوا یا نہیں۔ ہر جگہ سے یہی خبر آئی کہ چاند دو حصوں میں تقسیم شدہ دیکھا گیا۔ اِس پر بھی قریش نہ مانے اور کہا یہ تو غیر معمولی جادو ہے۔ حضور کا شق صدر چار مرتبہ ہوا۔ پہلی مرتبہ بچپن میں، دوسری مرتبہ دس سال کی عُمر میں، تیسری مرتبہ بعثت کے وقت اور چوتھی مرتبہ شبِ معراج میں۔

☆☆☆

چھٹی فصل: ہجرت مصطفیٰ کے بیان میں

(۷۷)

وَمَا حَوَى الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَّمِنْ كَرَمٍ
وَكُلُّ طَرْفٍ مِّنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِيْ

ہر طرف سے کافروں کی آنکھیں نابینا ہوئیں
غار میں پوشیدہ تھے جب صاحبِ خیر و کرم

تشریح:

اور یاد کرو اُس وقت کو جب غارِ ثور نے سراپا خیر اور سراپا کرم کو اپنے اندر جمع کیا اور حال یہ کہ کفّار کی ہر آنکھ اُن کو دیکھنے سے اندھی ہوگئی۔ اس شعر میں خیر سے مراد خیر البریّہ حضور ﷺ ہیں اور کرم سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حضور رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا میں کسی کا ہم پر احسان نہیں مگر یہ کہ ہم نے اُس کا بدلہ چُکا دیا ہے سوائے ابوبکر کے۔ بے شک ابوبکر کا ہم پر احسان ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُن کو عطا فرمائے گا۔ مجھے کسی کے مال نے اُتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر کے مال نے نفع دیا۔ آقائے نعمت ﷺ اور رفیق غار صدیق اکبر کے نشانات کو دیکھتے ہوئے اُنھیں ڈھونڈنے والے اور غارِ ثور کے اِردگرد چکّر لگاتے رہے مگر اللہ نے اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔

☆☆☆

(۷۸)

فَالصِّدْقُ فِي الْغَارِ وَالصِّدِّيْقُ لَمْ يَرِمَا
وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ اَرِمِ

صدق اور صدیق تھے موجود دونوں غار میں
غار میں کوئی نہیں کہتے تھے عُبَّادِ صنم

تشریح:

حضور صدقِ مجسّم صلّی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار میں ایک ساتھ بیٹھے رہے۔ حال یہ کہ غار کے دروازے پر کھڑے کفّار جو خدائے قہّار کی قدرت سے آنکھوں سے اندھے ہوگئے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ غار میں کوئی نہیں ہے کیونکہ اُنھوں نے وہاں کچھ ایسی علامات دیکھیں جن سے اُن کو یہ وہم بھی نہ گذرا کہ غار کے اندر کوئی ہے اور ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ یہاں غار کے اندر کوئی بھی نہیں ہے حالانکہ صدقِ مجسّم اور صدیق اکبر دونوں تقریباً سامنے ہی تھے مگر وہ اُنھیں دکھائی نہ دیے۔

☆☆☆

(۷۹)

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوْتَ عَلٰى
خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ

دیکھ کر انڈے کبوتر کے و تارِ عنکبوت
یہ خیال آیا نہیں اِس غار میں خیر الامم

تشریح:

اُن کُفّار کو یہ گمان ہوا کہ کبوتر نبی اور رسول کے اوپر نہیں منڈلایا کرتے اور نہ ہی مکڑی جالا تنا کرتی ہے۔ کُفّار جب غار کے دہانے پر پہنچے تو اُن پر پائے مبارک کا نشان مشتبہ ہوگیا لیکن وہ غار پر پہنچ گئے مگر اُس وقت غار پر خدائی پہرہ لگا ہوا تھا، اُس کے منہ پر مکڑی نے جالا تنا ہوا تھا اور کناروں پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے۔ اُن کو غار کے اندر تو کچھ نظر نہ آیا مگر بیرونی حالت کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر محمد ﷺ اس میں ہوتے تو مکڑی جالا نہ تنتی اور کبوتری انڈے نہ دیتی اِس لئے وہ مایوس ہو کر واپس ہو گئے۔

☆☆☆

(۸۰)

وِقَايَةُ اللهِ اَغْنَتْ عَنْ مُّضَاعَفَةٍ
مِّنَ الدُّرُوْعِ وَعَنْ عَالٍ مِّنَ الْاُطُمِ

تھے حفاظت میں وہ رب کی اور مستغنی رہے
ہر طرح کے خَوْد و ملبوس حفاظت یا اُطم

تشریح:

اللہ تعالیٰ کی حفاظت نے آپ کو اور آپ کے رفیق غار کو کئی مضبوط زرہوں اور بلند قلعوں کی پناہ سے مستغنی اور بے نیاز کر دیا۔ اللہ تعالی نے اپنی حمایت وحفاظت سے اپنے نبی کو مضبوط اسلحوں، ہتھیاروں، زرہوں اور بلند و بالا قلعوں سے مستغنی کر دیا۔ اُس کی حفاظت مکمل حفاظت ہے۔ وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کی چاہے اور جس سے چاہے حفاظت فرماتا ہے اور اپنی عجیب وغریب مخلوقات کی عجیب وغریب مصنوعات کے ذریعہ جسے چاہتا ہے بچاتا ہے جیسا کہ اُس نے غار کو مضبوط قلعہ اور مکڑی کے جالے کو مضبوط زرہ بنا دیا۔ وہ غار اُن دونوں حضرات کے لئے حصارِ بلند سے زیادہ مفید اور مکڑی کا جالا زرہ بکتر سے بھی زیادہ فائدہ مند ثابت ہوا۔

☆☆☆

ساتویں فصل: وحیٔ پاکِ مصطفٰی کے بیان میں

(۸۱)

مَا سَامَنِي الدَّهْرُ ضَيْمًا وَّاسْتَجَرْتُ بِهٖ
اِلَّا وَنِلْتُ جِوَارًا مِّنْهُ لَمْ يُضَمِ

جب زمانے نے ستایا اور کیا مجھ پر اَلم
آگیا ان کی پنہ میں مٹ گئے سب رنج وغم

تشریح:

اہلِ زمانہ نے مجھے جب بھی تکلیف پہنچائی، مجھ پر ظلم کئے، مجھے ستایا، اِن ناگفتہ بہ حالات میں میں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں التجا کی تو مجھے دامنِ رحمت میں پناہ مل گئی اور مجھے کبھی دُھتکارا نہ گیا۔ جب کبھی میں نے کسی مصیبت میں حضور ﷺ کے دامنِ رحمت میں پناہ چاہی مجھے کماحقہٗ امان مِل گئی۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مصیبت میں مَیں نے حضور ﷺ کی پناہ طلب کی ہو اور مجھے نہ ملی ہو۔

☆☆☆

(۸۲)

وَلَا الْتَمَسْتُ غِنَى الدَّارَيْنِ مِنْ يَّدِهٖ
اِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدٰى مِنْ خَيْرِ مُسْتَلَمِ

جب بھی مانگی دولتِ دارین اُن کے ہاتھ سے
میرے آقا نے نوازا اور فرمایا کرم

تشریح:

میں نے آپ کے دستِ جود وسخا سے تونگری اور دونوں جہان کی دولت مانگی تو میرے آقا نے مجھے نوازا اور کرم فرمایا اور مجھے بہترین ہاتھوں سے خیرات عطا فرمائی۔ میں نے غِنائے دُنیا اور غنائے عُقبٰی کو مانگا تو میرے آقا نے مجھے سرفراز فرمایا۔ حاصل معنی یہ کہ مصائب وآلام کو دور کرنا دینی و دُنیوی نفع کا حاصل ہونا، حضور کی ذاتِ مقدس کے توسُّل سے ہی ممکن ہوتا ہے اور آپ کے آستانہ عالیہ پر جھولی پسار کر کھڑے ہونے سے ہی ملتا ہے۔

☆☆☆

(۸۳)

لَا تُنْكِرِ الْوَحْيَ مِنْ رُّؤْيَاهُ اِنَّ لَهٗ
قَلْبًا اِذَا نَامَتِ الْعَيْنَانِ لَمْ يَنَمِ

خواب میں وحی رسالت کا نہ کر انکار تو
آنکھیں خوابیدہ تھیں دل رہتا مگر بیدار ہم

تشریح:

عالَمِ رُویا میں یعنی خواب میں نزولِ وحی کا تو انکار نہ کر کیونکہ محبوبِ دوعالم کو ایسا قلبِ مبارک عطا ہوا تھا کہ جب آپ کی آنکھیں سوتی تھیں تو دل جاگتا رہتا تھا۔ ہمارا سونا خواب ہے اور نبی کا سونا رب سے سوال و جواب اور مُناجات ہے۔ ہم سو جاتے ہیں تو ہمارا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور نبی سوتے تھے تو وضو نہیں ٹوٹتا تھا کیونکہ ہم جب سوتے ہیں تو ہماری آنکھیں اور ہمارا دل دونوں سو جاتے ہیں اور نبی ﷺ جب سوتے تھے تو اُن کی صرف آنکھیں سوتی تھیں دِل جاگتا رہتا تھا۔

☆☆☆

(۸۴)

فَذَاكَ حِيْنَ بُلُوْغٍ مِّنْ نُّبُوَّتِهٖ
فَلَيْسَ يُنْكَرُ فِيْهِ حَالُ مُحْتَلِمِ

اُن کا خوابِ پاک آغازِ نبوت کی دلیل
پس نہ کر انکار اُن کا وقتِ خوابِ محتلم

تشریح:

یہ حال تو زمانۂ نبوت کے آغاز تک پہنچنے کا ہے یعنی عُمرِ نبوت تک پہنچنے کا ہے، لہٰذا حالتِ بلوغ یعنی زمانۂ نبوت میں تو حضور کے رویائے صادقہ کا انکار ہر گز بھی نہیں کیا جا سکتا۔ وحی کا خواب میں ہونا زمانۂ نبوت کے پہنچنے کے وقت تک تھا جب کہ آپ کی عُمر شریف چالیس سال کی تھی۔ وحی کا آغاز حالتِ نوم میں بذریعۂ رویائے صادقہ ہوا اور چھ ماہ تک یہی حال رہا تاکہ تجلیٔ الٰہی یا فرشتے کی شکل وصورت سے خواب میں حضور کچھ مانوس ہو جائیں اور پھر بیداری

میں اُس سے خوف و دہشت کم ہو۔ آپ کے مکمل ایامِ وحی کا زمانہ تیئیس ۲۳ سال ہے جس میں سے چھ مہینے خواب کے ذریعہ وحی کے ہیں اِسی لئے فرمایا گیا کہ مومن کا خواب نبوت کے حصوں میں سے چھیالیسواں حصّہ ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔

☆☆☆

(۸۵)

تَبَارَكَ اللّٰهُ مَا وَحْيٌ بِمُكْتَسَبٍ
وَّلَا نَبِيٌّ عَلٰى غَيْبٍ بِمُتَّهَمِ

بارک اللہ وحی کا ممکن نہیں ہے اِکتساب
اور نہ از خود غیب سے کوئی نبی ہے مُتَّہم

تشریح:

اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی برکتوں والی ہے۔ سُبحان اللہ العظیم وحی کسب سے حاصل ہونے والی شے نہیں ہے اور نہ ہی کوئی نبی غیبِ ذاتی پر مُتَّہم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں پاک ہے۔ اُس کی وحی اکتسابی نہیں کہ انسان اُس کو ریاضت ومجاہدہ سے حاصل کر سکے بلکہ یہ تو محض وہبی ہے اِس لئے خواب میں اِس کے ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ بیداری میں اور یہ ہر گز جائز نہیں کہ کسی پیغمبر کو اِخبار عن الغیب میں کذب کی تہمت دی جائے کیوں کہ انبیائے کرام اور گناہوں کی طرح کذب سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔

☆☆☆

(۸۶)

كَمْ اَبْرَاَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهٗ
وَاَطْلَقَتْ اَرِبًا مِّنْ رِّبْقَةِ اللَّمَمِ

لمس دستِ پاک سے کتنوں نے پائی ہے شفا
اور شفا اہلِ جنُوں نے پائی از راہِ کرم

تشریح:

حضور کی ہتھیلی مبارک نے نہ جانے کتنے بیماروں کو چھو کر بیماری سے اَچھا کر دیا اور نہ جانے کتنے محتاجوں کو پریشانی سے اور دیوانوں کو دیوانگی کی قید سے رہا کر دیا۔ ابیض بن حمال کو داد کی بیماری تھی، جس سے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا، حضور نے اُن کو بلایا اور اُن کے چہرے پر اپنا دستِ شفا پھیرا اُسی وقت وہ اچھے ہو گئے۔ ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر آئی اور عرض کیا کہ اِس کو جنون ہے۔ حضور نے اُس کے سینے پر ہاتھ پھیرا تو لڑکے کو قے ہوئی اور اُس میں سے کالے رنگ کے کُتّے کا بچّہ [پلّہ] نکلا۔ اُس کے بعد فوراً اُس لڑکے کو آرام ہو گیا۔ جنگ اُحُد میں حضرت قتادہ کی آنکھ کو صدمہ پہونچا اور وہ ڈھلک کر رُخسار پر آ گئی، تجویز ہوئی کہ کاٹ دی جائے۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرو اور اپنے دستِ مبارک سے آنکھ کو اُس کی جگہ پر رکھ دیا، فوراً ایسی دُرست ہو گئی کہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ دونوں میں سے کس آنکھ کو صدمہ پہنچا تھا۔

☆☆☆

(۸۷)

وَاَحْيَتِ السَّنَةَ الشَّهْبَاءُ دَعْوَتُهٗ
حَتّٰى حَكَتْ غُرَّةً فِى الْاَعْصُرِ الدُّهُمِ

خشک سالی میں کیا زندہ زمیں کو آپ نے
قحط کے تاریک دن چمکے باندازِ کرم

تشریح:

آپ کی ایک دُعا نے قحط سالی کو سرسبز و شاداب اور مُردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ سال تاریک زمانوں میں روشن نظر آنے لگا جو زمین بارش کی کمی کی وجہ سے خشک ہو گئی تھی۔ آپ کی دُعا کی برکت سے سرسبز و شاداب اور تر و تازہ ہو گئی، ہری گھاس اور نباتات سے زمین لہلہانے لگی اور وہ سال باقی سالوں کی بہ نسبت زیادہ سرسبز و شاداب اور تر و تازہ فصلوں والا سال کہلایا، یہ حضور علیہ السلام کی دُعاؤں کی برکتیں تھیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دُلہن بن کے نکلی دُعائے محمد

☆☆☆

(۸۸)

بِعَارِضٍ جَادَ اَوْ خِلْتَ الْبِطَاحَ بِهَا
سَيْبًا مِّنَ الْيَمِّ اَوْ سَيْلًا مِّنَ الْعَرِمِ

ابرِ بارندہ سے گویا خشک نالے بہہ اٹھے
گویا دریا بہہ رہا ہے یا کہ سیلابِ عرم

تشریح:

اور اُس مُردہ سال کو اُس بادل کے ذریعہ زندگی ملی جو خوب برسا یہاں تک کہ تو نے وادیوں کو دریائی سیلاب یا طوفانی بارش یا سَیْلِ عَرِم خیال کیا۔ شاہِ سبا نے یمن میں شہر مآرب یا شہر سبا بسایا تھا جو صنعاء سے چار روز کا راستہ تھا۔ شاہِ سبا نے ستر نہریں کُھدوائیں اور اطراف سے اُس میں پانی جمع کروایا۔ اُس پانی کی روک کے لئے اُس نے دو پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط بند بنوایا جسے عرم یا سدِّ مآرب کہتے تھے، اُس بند میں اوپر نیچے تین دروازے رکھے، پانی کی اِفراط کے سبب وہاں سرسبز باغات کثرت سے ہوئے اور زمین کی پیداوار بہت بڑھ گئی۔ جب وہاں کے باشندوں نے نعمتوں کی ناشکری کی اور پیغمبروں کو جُھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ایک چھچھوندر اُن پر مسلّط کر دیا جس نے بند میں سوراخ کر دیا اور وہ بند ٹوٹ گیا اور پانی سے اُن کے مکانات اور باغات سب بہہ گئے۔ حاصل کلام یہ کہ حضور ﷺ کی دُعا سے بادل اِس قدر برسا کہ وادیاں لبالب ہوگئیں۔ دیکھنے والوں کو یہ گمان ہوتا تھا کہ ان وادیوں میں دریا ٹوٹ کر آپڑا ہے یا سیل عرم آپڑا ہے۔

☆☆☆

آٹھویں فصل: فضائل قرآن کے بیان میں

(۸۹)

دَعْنِيْ وَوَصْفِيْ اٰيَاتٍ لَّهٗ ظَهَرَتْ
ظُهُوْرَ نَارِ الْقِرٰى لَيْلًا عَلٰى عَلَمِ

ہم کو ذکرِ معجزاتِ پاک کرنے دیجئے
روشنیٔ کوہ کے مانند ہیں مثل علم

تشریح:۔

اے مخاطب! مجھے حضور کی نشانیاں اور آپ کے معجزات بیان کرنے دے جو اِس طرح روشن ہیں جس طرح بلند پہاڑوں پر رات کے وقت مہمانوں کی ضیافت کی آگ روشن ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کے معجزے ایسے ظاہر اور روشن ہیں جیسے عرب کے مہمان نواز اہل حجاز اونچے اونچے ٹیلوں اور بلند و بالا پہاڑوں پر رات کے وقت تاریکی دور کرنے اور مسافروں کو مطلع کرنے کے لیے آگ روشن کیا کرتے تھے تاکہ مسافر دور سے دیکھ کر وہاں آئیں اور وہاں کھانے پینے اور اپنی دیگر ضروریات کو پورا کریں۔

☆☆☆

(٩٠)

فَالدُّرُّ يَزْدَادُ حُسْنًا وَّهُوَ مُنْتَظِمٌ
وَّلَيْسَ يَنْقُصُ قَدْرًا غَيْرَ مُنْتَظِمِ

موتیوں کا حُسن بڑھ جاتا ہے جب ہوں ہار میں
منتشر ہوں تو بھی ہوتی ہے نہ اُن کی قدر کم

تشریح:

کیونکہ لڑی یا ہار میں پروئے ہوئے موتی زیادہ حَسِین لگتے ہیں، اُن کا حُسن اور بڑھ جاتا ہے حالانکہ موتیوں کی قدر و قیمت لڑی یا ہار میں نہ ہونے کے باوجود بھی کم نہیں ہوتی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے معجزات اگرچہ پہلے ہی سے اکمل طریقے پر ظاہر و باہر اور روشن ہیں مگر اُن کو سلیقے سے لڑیوں میں پرو کر یعنی منظوم اَشعار کے طور پر بیان کرنے سے اُن کا حُسن پر حُسن بڑھ جاتا ہے۔ معجزات کا ذکر منظوم سُننے میں لذّت زیادہ آتی ہے بہ نسبت نثر کے باوجودیکہ اُن کی قدر و قیمت اور اُن کی خوبصورتی بکھرے اور نثر میں ہو کر بھی کچھ کم نہیں ہوتی۔

☆☆☆

(٩١)

فَمَا تَطَاوُلُ اٰمَالِ الْمَدِيحِ اِلٰى
مَا فِيهِ مِنْ كَرَمِ الْاَخْلَاقِ وَالشِّيَمِ

غیر ممکن ہے کہ اُن کی مدح ناعت کر سکے
کس قدر عظمت نشاں ہیں اُن کے اخلاق وکرم

تشریح:

تو کیا ایک ثناخواں کی آرزوئیں وہاں تک پہنچ سکتی ہیں جہاں آپ ﷺ کے اخلاقِ حمیدہ اور خصائل محمودہ ہیں۔ شاعر محترم فرماتے ہیں کہ تمام شُعرا اور اُدبا مل کر حضور کی ثنا خوانی کا حق ادا نہیں کر سکتے تو اکیلے بوصیری کب ادا کر سکیں گے؟ چاہے عمر ہزاروں سال طویل کیوں نہ ہو جائے۔

☆☆☆

(٩٢)

اٰيَاتُ حَقٍّ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثَةٌ
قَدِيمَةٌ صِفَةُ الْمَوْصُوفِ بِالْقِدَمِ

گرچہ حادث ہیں کتابتہائے قرآں اصل میں
ہے قدیم اُس کی صفت وہ خود ہے موصوفِ قِدَمْ

تشریح:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ قرآنی آیات کی کتابت اور الفاظ حادث ہیں مگر باعتبارِ معنی قدیم ہیں جو ذاتِ الٰہی کے ساتھ قائم ہیں اس لئے کہ وہ مَوْصُوْفْ بِاْلقِدَم کی صفت ہیں اور قدیم کی صفت بھی قدیم ہی ہوتی ہے۔

☆☆☆

(۹۳)

لَمْ تَقْتَرِنْ بِزَمَانٍ وَّهِيَ تُخْبِرُنَا
عَنِ الْمَعَادِ وَعَنْ عَادٍ وَّ عَنْ اِرَمٖ

ہے بلند ہر عصر سے ہم کو خبر دیتا ہے وہ
حشر کے اَحوال کی اور قصّہ عاد و اِرَم

تشریح:

آیاتِ قرآن بلحاظِ معانی کسی مخصوص زمانے کے ساتھ مقترن نہیں کیونکہ وہ قدیم ہیں، زمانی نہیں کیونکہ جب زمانہ نہ تھا وہ آیات موجود تھیں، اُن آیتوں میں معاد اور عاد وارم کی خبریں ہیں۔عاد ایک شخص کا نام ہے جو عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ہے پھر لفظ عاد قبیلے کا نام ہوگیا۔اُن میں پہلوں کو **عادِ اُولیٰ** یا **عادِ اِرَم** کہتے ہیں اور اُن کے بعد آنے والوں کو عادِ اُخریٰ کہتے ہیں۔بعض کہتے ہیں **عادِ اُولیٰ** حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی اور **عادِ اُخریٰ اِرَم** تھی۔

☆☆☆

(۹۴)

دَامَتْ لَدَيْنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ
مِّنَ النَّبِيِّيْنَ اِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

معجزہ قرآن کا باقی رہے گا تا ابد
انبیائے ما سبق کے معجزے ہیں کالعدم

تشریح:

وہ آیاتِ قرآن ہمیشہ کے لئے ہمارے پاس موجود ہیں اور رہیں گی کیونکہ یہ قرآن کا معجزہ ہے اور معجزۂ رسول بھی جو تمام نبیوں کے معجزات سے افضل ہے، اس لئے کہ انبیائے کرام کے معجزات ظہور میں آئے لیکن اُس کے بعد باقی نہ رہ سکے یعنی سابقہ کُتُب سماویہ یہود و نصاریٰ کے پاس اپنی اصلی حالت میں باقی نہ رہ سکیں۔اُنھوں نے اُس میں تغیرّ وتبدل کر ڈالا۔مگر قرآن جو حضور کا ایک زندہ معجزہ ہے وہ آج تک ہمارے پاس محفوظ ہے اور قیامت تک حافظوں کے سینوں میں محفوظ رہے گا، ہمارے گھروں میں، ہماری زبانوں پر، ہمارے بچوں کی زبانوں پر جاری وساری رہے گا۔یہ قرآن وہ عظیم معجزۂ رسول ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لے رکھا ہے اُسے دُنیا کی کوئی طاقت بدل نہیں سکتی۔

☆☆☆

(۹۵)

مُحَكَّمَاتٌ فَمَا يُبْقِيْنَ مِنْ شُبَهٍ
لِذِيْ شِقَاقٍ وَّلَا يَبْغِيْنَ مِنْ حَكَمِ

آیتیں مُحکَم ہیں جن میں شک کی گنجائش نہیں
اختلافاتِ زمانہ کے لئے ہیں وہ حَکَم

تشریح:

آیاتِ قرآن مُحکَم ہیں یا وہ حَکَم بنائی گئی ہیں اور وہ کسی مخالف کے لئے کوئی شُبہہ باقی نہیں چھوڑتیں، نہ کسی اور حَکَم کی محتاج ہیں۔اللہ نے قرآنی آیات کو اُمورِ متنازعہ میں حَکَم بنایا ہے

وہ کسی مخالف کا شبہہ باقی نہیں رہنے دیتیں۔ اُن کا فیصلہ ناطق ہے اُن کے دلائل ایسے واضح ہیں کہ کسی اور حَکَم کی ضرورت ہی نہیں۔

☆☆☆

(۹۶)

مَا حُوْرِبَتْ قَطُّ اِلَّا عَادَ مِنْ حَرَبٍ
اَعْدَی الْاَعَادِیْ اِلَیْهَا مُلْقِیَ السَّلَمِ

جو مخالف تھے سپَر انداز آخر ہو گئے
دشمنوں نے کر دیا آخر سرِ تسلیم خم

تشریح:

جب بھی کسی سخت سے سخت دُشمن نے اِن آیات کا مقابلہ کیا وہ ناکام ہو کر جنگ سے صُلح کی طرف آیا۔ قرآن کریم فصاحت و بلاغت کے اُس اعلیٰ معیار پر ہے کہ فُصحا و بُلغا میں سے جب بھی کسی بڑے سے بڑے مخالف نے اپنے کلام کے ساتھ قرآن کریم کی آیتوں کا مقابلہ کیا وہ آخر کار عاجز آ گیا اور تھک ہار کر قرآن کی صداقت و حقانیت کے آگے گردنِ تسلیم جُھکا دی۔

☆☆☆

(۹۷)

رَدَّتْ بَلَاغَتُهَا دَعْوٰی مُعَارِضِهَا
رَدَّ الْغَیُوْرِ یَدَ الْجَانِیْ عَنِ الْحُرَمِ

رد کیا اُس کی بلاغت نے معارض کا سوال
جس طرح کرتے ہیں نا محرم کو اربابِ حرم

تشریح:

اُن آیاتِ قرآن کی بلاغت نے مقابلہ کرنے والے کے دعوے کو اِس طرح رد کر دیا جس طرح نہایت غیرت مند انسان کسی بدکردار کے ہاتھ کو اپنے محرم سے روکتا ہے۔

امام بوصیری کہنا چاہتے ہیں کہ ایک غیرت مند شریف انسان کو اپنی بیٹی بہو اور بیوی کی عزت و آبرو جس طرح عزیز ہوتی ہے کہ اگر کوئی بدکردار اُن پر دست درازی کرے تو وہ اپنی جان پہ کھیل کر اُن کی عفت و عصمت کی حفاظت کرتا ہے اور اپنی پوری توانائی بروئے کار لا کر اُن کی پاک دامنی کو داغدار ہونے سے بچاتا ہے اور بدکردار دُشمن کو اس کے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہیں ہونے دیتا، اِسی طرح اگر کوئی سر پھرا فصاحت و بلاغت کے نشے میں چور ہونے والا انسان قرآن پر حملہ کرے اور اُس کی کسی سورت یا آیت کا اپنے کلام سے مقابلہ کرنا چاہے تو بلاغتِ قرآنی اُس کی ہمت پست کر دیتی ہے اور اُسے محروم و نامراد لوٹا دیتی ہے۔

☆☆☆

(۹۸)

لَهَا مَعَانٍ کَمَوْجِ الْبَحْرِ فِیْ مَدَدٍ
وَّ فَوْقَ جَوْهَرِهٖ فِی الْحُسْنِ وَالْقِیَمِ

کثرتِ معنی میں ہے قرآن بحرِ بیکراں
موتیوں سے بھی فزوں تر ہیں وہ درِ حُسن وقیم

تشریح:

قرآنی آیات کے معنی سمندر کی لہروں کی طرح ہیں کہ ایک لہر ختم نہیں ہوتی کہ اُس کے پیچھے سے دوسری لہر آ کر اُسے سہارا دیتی ہے، اُس کی روانی کو بڑھاتی ہے اور اُس کے وجود کو قوت پہنچاتی ہے تو جیسے اُن کی کوئی حد و انتہا نہیں اِسی طرح قرآنی آیات کے نکات و اَسرار اور لطائف و دقائق بھی بے حد و بے شمار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنی آیات کے معانی پر کسی انسان کو آج تک مکمل دسترس اور عبور حاصل نہیں ہوا۔ قرآنی آیات کثرت اور زیادتی میں سمندر کی موجوں کی مانند ہیں اور قدر و قیمت کے لحاظ سے سمندر کے موتی اور جواہرات سے کہیں بڑھ کر ہیں کیونکہ جواہرات خواہ کتنے ہی بیش قیمت ہوں اُن کی کچھ نہ کچھ قیمت ضرور متعین ہوتی ہے مگر قرآنِ عظیم کے معانی کی حد اور قدر متعین نہیں کی جا سکتی اُس کے معانی لا محدود ہیں اور اُن کے اندر وہ حُسن و جمال ہے کہ زر و جواہر کی دِل کشی اُن کے سامنے ہیچ ہے۔

☆☆☆

(۹۹)

فَلَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰى عَجَائِبُهَا
وَلَا تُسَامُ عَلَى الْاِكْثَارِ بِالسَّأَمِ

غیر ممکن ہے کہ ہو اُس کے عجائب کا شمار
جتنی کثرت سے پڑھو ہوگا نہ اُس کا شوق کم

تشریح:

اُن کے عجائب بے حد و بے شمار ہیں، نہ گنے جا سکتے ہیں نہ ضبطِ تحریر میں لائے جا سکتے ہیں اور ان آیتوں کی کثرتِ تکرار اور کثرتِ تلاوت سے اُکتاہٹ اور بے کیفی پیدا نہیں ہوتی۔ آیاتِ قرآن کے معانی سمندر کی لہروں کی طرح ہیں۔ قرآن کریم عجائب کا خزانہ ہے، اُس کے لطائف و دقائق کی کوئی انتہا نہیں۔ یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ اُس کی جتنی بار تلاوت کی جائے قاری اُس کی تلاوت سے اُکتاتا نہیں، جتنی بار زیادہ پڑھتا ہے اُس کو اُتنا ہی زیادہ لُطف حاصل ہوتا ہے۔

☆☆☆

(۱۰۰)

قَرَّتْ بِهَا عَيْنُ قَارِيْهَا فَقُلْتُ لَهٗ
لَقَدْ ظَفِرْتَ بِحَبْلِ اللّٰهِ فَاعْتَصِمِ

قاریِ قرآں کی آنکھیں اس سے ٹھنڈی ہو گئیں
عرض کی میں نے کہ تھاما تم نے حبلِ معتصم

تشریح:

قرآنی آیات کی تلاوت کرنے والے کی آنکھ اُن آیتوں سے ٹھنڈی ہو گئی تو میں نے اُس سے کہا بخدا تجھے اللہ کی رسی مل گئی ہے، لہٰذا تو اُسے مضبوطی سے پکڑے رہ۔

امام بوصیری فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں ایسی روحانی لذت مٹھاس اور حلاوت و چاشنی ہے کہ اُس کی تلاوت میں انسان ایک قسم کا لُطف محسوس کرتا ہے اور اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ یہ رسّی اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، اِس لئے انسان کو اُسے مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہیے اور اُس کے اَحکام پر بھرپور عمل کرنا چاہیے۔

(۱۰۱)

اِنْ تَتْلُهَا خِيفَةً مِّنْ حَرِّ نَارِ لَظٰى
اَطْفَأَتْ حَرَّ لَظٰى مِنْ وِّرْدِهَا الشَّبِمِ

خوف سے نارِ جہنم کے تلاوت گر کرے
شعلۂ نارِ جہنم اُس سے ہوگا مختتم

تشریح:

اگر تو جہنم کی بھڑکتی آگ کی گرمی کے خوف سے اُن کی تلاوت کرے گا تو یہ قرآنی آیات اپنے گھاٹ کے سرد پانی سے جہنم کی بھڑکتی آگ کو بجھا دیں گی یعنی اگر انسان آتشِ دوزخ کے خوف سے قرآنی آیات کی تلاوت کرتا رہے اور اُن پر عمل پیرا رہے تو وہ اُن کی برکت سے دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا کیونکہ یہ آیتیں مثل پانی کے ہیں۔ پانی سے اگر جسم کی حیات اور بقا ہے تو ان آیات سے روح کی حیات اور بقا ہے۔ پانی اگر تشنگی کی آگ کو بجھا تا ہے تو یہ قرآن دوزخ کی آگ کو بجھا تا ہے۔

☆☆☆

(۱۰۲)

كَاَنَّهَا الْحَوْضُ تَبْيَضُّ الْوُجُوْهُ بِهٖ
مِنَ الْعُصَاةِ وَقَدْ جَاءُوْهُ كَالْحُمَمِ

حوضِ کوثر کی طرح چہروں کو تا بندہ کرے
اُن گنہگاروں کے جو پہونچے تھے واں مثلِ حُمَم [کوئلہ کی طرح]

تشریح:

گویا یہ قرآنی آیتیں حوض ہیں یا نہرِ حیات ہیں جس سے گنہ گاروں کے چہرے سفید اور روشن ہو جائیں گے حالانکہ وہ اُس حوض پر آنے سے پہلے کوئلوں کی طرح سیاہ ہوں گے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ جن گنہ گاروں کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے انہیں دوزخ سے نکال دو تو وہ دوزخ سے اس طرح نکلیں گے کہ آتش جہنم سے جھلس کر مثل کوئلوں کے ہو چکے ہوں گے پھر انہیں نہرِ حیات میں ڈال دیا جائے گا جس کے پانی سے ان کی سیاہی جاتی رہے گی اور وہ بہت جلد تر وتازہ ہو جائیں گے، جس طرح ساگ پات کا بیج سیلاب کے خس وخاشاک میں اُگ کر بہت جلد تر وتازہ ہو جاتا ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ قرآن قیامت کے دن اپنی تلاوت کرنے والوں کی شفاعت کرے گا تو اب شعر کا مطلب یہ ہوا کہ سیہ روئی دور کرنے میں قرآن کریم نہرِ حیات کی طرح ہے جس طرح آتش جہنم سے جھلسے ہوئے گنہ گاروں کے سیاہ چہرے نہرِ حیات کے پانی سے روشن اور نورانی ہو جائیں گے اسی طرح گناہوں سے سیاہ رُو قاریوں کے چہرے قرآن کریم کی تلاوت کی برکتوں اور اُس کی شفاعت سے روشن اور نورانی ہو جائیں گے۔

☆☆☆

(۱۰۳)

وَ كَالصِّرَاطِ وَ كَالْمِيْزَانِ مَعْدِلَةً
فَالْقِسْطُ مِنْ غَيْرِهَا فِي النَّاسِ لَمْ يَقُمِ

عدل کا معیار ہے وہ مثل میزان و صراط
دوَر قرآں سے قیامِ عدل ہے خوابِ عدم

تشریح:

یہ قُرآنی آیات استقامت میں پُل صراط اور عدل میں میزانِ عمل کی طرح ہیں تو ان کے سوا کسی اور کا عدل لوگوں میں قائم نہ رہا۔ آیات قرآنی استقامت میں پل صراط کی طرح ہیں کہ جس طرح پل صراط بالکل سیدھا اور راہ مستقیم ہے، اسی طرح آیات قرآنی میں کجی اور ٹیڑھے پن کا شائبہ بھی نہیں۔ یہ قرآنی آیات حق و باطل کے درمیان امتیاز پیدا کرتی ہیں۔ جس طرح میزان عمل قیامت کے دن عدل وانصاف کے سارے تقاضے پورے کرے گا اسی طرح آیاتِ قرآن عدل وانصاف سے لبریز ہیں۔ جس طرح پل صراط اور میزان عمل سے حق و باطل کے درمیان امتیاز ہوجاتا ہے اسی طرح آیاتِ قرآنی سے حق و ناحق کے درمیان امتیاز ہوجاتا ہے دیگر آسمانی کتابوں کا عدل اُمت محمدیہ میں قائم نہ رہا بلکہ وہ منسوخ ہوگیا، اب اس امت میں عدل وانصاف کا قیام صرف اور صرف آیات قرآنی کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے کیوں کہ سابقہ آسمانی کتابیں منسوخ ہو کر اس امت محمدیہ کے لئے ناقابل عمل ہو چکی ہیں۔

☆☆☆

(۱۰۴)

لَا تَعْجَبَنْ لِحَسُوْدٍ رَّاحَ يُنْكِرُهَا
تَجَاهُلًا وَّهُوَ عَيْنُ الْحَاذِقِ الْفَهِمِ

مت تعجب کر کر لے گر کوئی حاسد انحراف
یہ تجاہل ہے عداوت ورنہ وہ ہے ذو الحکم

تشریح:

تو اس بڑے حاسد پر بالکل تعجب نہ کر جو تجربہ کار اور سمجھ دار ہوتے ہوئے بھی انجان

بن کر تجاہل عارفانہ کر کے ان آیتوں کا انکار کرتا ہے۔ بڑے بڑے فصحا و بلغا قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا لوہا مان گئے تھے یہ اور بات ہے کہ کوئی شخص حسد وعناد کی وجہ سے اس کے کلام الٰہی ہونے سے انکار کردے، اس کا یہ انکار از راہ جہل نہیں بلکہ از راہ تجاہل ہے، اس پر ہرگز بھی تعجب نہیں کرنا چاہیے۔

☆☆☆

(۱۰۵)

قَدْ تُنْكِرُ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَّمَدٍ
وَّيُنْكِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِنْ سَقَمٍ

کیسے ممکن ہے کہ ضوءِ شمس دیکھے کور چشم
ذائقہ مشروب کا کیا پا سکے بیمارِ غم

تشریح:

کبھی آشوبِ چشم کی وجہ سے آنکھ کو سورج کی درخشانی ناگوار معلوم ہوتی ہے اور وہ اس کی روشنی کا انکار کرتی ہے اور بیماری کی وجہ سے منہ کو پانی اچھا نہیں لگتا اور وہ اُس کے ذائقے کا انکار کرتا ہے۔ حاسدین ومنکرین کی طرف سے قرآنی آیات کے انکار پر محو حیرت نہ ہونا کیوں کہ جس طرح آشوبِ چشم کی وجہ سے آنکھوں کو سورج کی درخشانی اور اُس کی چمک ناگوار معلوم ہوتی ہے اور بیماری کی وجہ سے بیمار کو پانی بد ذائقہ لگتا ہے، اسی طرح ان کُفّار ومشرکین کو حسد کی وجہ سے قرآنی آیات اچھی نہیں لگتیں اور وہ اُن کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔

☆☆☆

نویں فصل: معراج کے بیان میں

(۱۰۶)

يَا خَيْرَ مَنْ يَّمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَهٗ
سَعْيًا وَّفَوْقَ مُتُوْنِ الْاَيْنُقِ الرُّسُمِ

بارگاہِ ناز میں حاضر ہیں دنیا بھر کے لوگ
چل کے پیدل یا سوار اُشْتُرانِ تیز رَم

تشریح:

اے سب سے بہترین داتا اور اے سب سے اچھے سخی جس کے درِ دولت پر منگتے پیادہ پا اور تیز رفتار اونٹنیوں کی پُشتوں پر سوار ہو کر دوڑے چلے آتے ہیں۔ گزشتہ اشعار میں سرکارِ دوعالم ﷺ کا تذکرہ غائبانہ تھا، اس لئے شاعر نے غائب کے صیغے استعمال کئے تھے، بار بار ذکر کرنے سے سرکار کا سراپا شاعرِ محترم کے ذہن و دماغ پر چھا گیا اور اُنھیں اب ایسا لگنے لگ گیا کہ سرکار بالکل سامنے جلوہ فرما ہیں اور میں اُن کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوں۔ اِس لئے طرزِ کلام بدل گیا اور مدحِ غائب سے مدحِ حاضر کی طرف رُجوع فرمایا اور یوں ملتجی ہوئے کہ اے سب سے بہترین داتا جس کے درِ دولت پر مانگنے والے پیدل اور برق رفتار اونٹنیوں پر سوار ہو کر دوڑے چلے آتے ہیں۔ اس طرزِ تعبیر کو عُلمائے بلاغت صنعت اِلتفات کہتے ہیں۔ اس شعر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ اس روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم اور نائبِ اکبر ہیں جو باذنِ الٰہی اپنی بارگاہِ ناز میں آنے والے ہر محتاج کی حاجت

روائی کرتے ہیں اور ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری فرماتے ہیں ﷺ اِسی لئے ہر سائل اور حاجت مند آپ کے درِ دولت کی طرف لپکا چلا جا رہا ہے، اگر سواری میسّر ہے تو سواری سے ورنہ پیدل ہی۔

☆☆☆

(۱۰۷)

وَمَنْ هُوَ الْاٰيَةُ الْكُبْرٰى لِمُعْتَبِرٍ
وَّمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمٰى لِمُغْتَنِمِ

آیتِ کُبریٰ ہیں وہ نزدِ نگاہِ معتبر
اور خدا کی نعمتِ عظمیٰ برائے مُغْتَنِم

[غنیمت جاننے والا]

تشریح:

اور اے وہ ذاتِ گرامی جو عبرت پکڑنے والے کے لئے عظیم ترین نشانی اور غنیمت سمجھنے والے کے لئے نعمتِ عظمیٰ ہے۔ اس شعر میں حضور کے ''آیتِ کُبریٰ''، یعنی عظیم ترین نشانی اور ''نعمتِ عظمیٰ''، یعنی بہت بڑی نعمت ہونے کا تذکرہ ہے۔ اگر حضور کے اخلاقِ کریمانہ خصائلِ حمیدہ اور شمائلِ ستودہ کا مطالعہ کیا جائے تو یقین ہو جاتا ہے کہ آپ کا وجودِ پاک سر سے لے کر پیر تک اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی ہے۔ اسی طرح مومنین کے لئے آپ کی ذاتِ پاک ایک عظیم نعمت ہے۔

☆☆☆

(۱۰۸)

سَرَیْتَ مِنْ حَرَمٍ لَّیْلًا اِلٰی حَرَمٍ
كَمَا سَرَی الْبَدْرُ فِیْ دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ

ایک شب میں حرمِ مکہ سے گئے تا بیتِ قُدس
بدرِ کامل کی طرح معراج میں شاہِ اُمَم

تشریح:

یارسول اللہ ﷺ! آپ نے رات کے مختصر سے حصے میں ایک حرم سے دوسرے حرم تک ایسے سفر فرمایا جیسے چودھویں کا چاند تاریک رات میں سفر کی منزلیں طے کرتا ہے یہاں سے لے کر شعر نمبر ۱۱۸ تک واقعۂ معراج کا بیان ہے جو سرورِ کونین ﷺ کا مشہور معجزہ ہے۔خیال رہے کہ ”اسراء“ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک رات کے مختصر سے حصہ میں سرکار کا تشریف لے جانا ہے اور ”معراج“ ”مسجد اقصیٰ“ سے آسمان کی بلندیوں کی سیر فرمانا اور عرش اعظم اور لامکاں میں بارگاہ رب العزت میں حاضر ہو کر راز و نیاز کی باتیں کرنا ہے۔حضور اقدس ﷺ ایک رات خانۂ کعبہ کے پاس حطیم میں آرام فرمارہے تھے کہ حضرت جبریل امین حاضر خدمت ہوئے،خواب سے حضور کو بیدار کیا اور ارادۂ خداوندی سے آگاہی بخشی۔حضور ﷺ اٹھے،چاہ زم زم کے قریب لائے گئے،سینۂ مبارک کو چاک کیا گیا قلب اطہر میں ایمان وحکمت سے بھرا ہوا طشت انڈیل دیا گیا اور پھر سینۂ مبارک درست کر دیا گیا۔حرم سے باہر تشریف لائے تو سواری کے لیے ایک جانور پیش کیا گیا جو براق کے نام سے موسوم ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

☆☆☆

(۱۰۹)

وَبِتَّ تَرْقٰی اِلٰی اَنْ نِّلْتَ مَنْزِلَةً
مِّنْ قَابَ قَوْسَیْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ

طے کئے سارے منازل تا مقامِ قُربِ حق
ما ورائے فکرِ انسانی تھے آقا کے قدم

تشریح:

آپ بلندیوں کی جانب بڑھتے رہے یہاں تک کہ ”قاب قوسین“ کی اُس منزل پر فائز ہوئے جس تک نہ کسی کی رسائی ہوئی نہ ہمت۔اُس مقامِ قُرب میں خدائے تعالیٰ اور حضور کے درمیان صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔شعر کا مطلب یہ ہے کہ سرکار اقدس ﷺ شب معراج مسلسل ایک بلندی سے دوسری بلندی کی جانب بڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے بارگاہِ خداوندی میں قربت ونزدیکی کا وہ مقام حاصل کرلیا جہاں تک دیگر انبیا و مرسلین اور ملائکہ مُقرَّبین میں سے کسی کی رسائی کبھی ممکن نہیں ہوسکی۔

☆☆☆

(۱۱۰)

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَاءِ بِهَا
وَالرُّسْلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ

مسجدِ اقصٰی میں نبیوں نے کیا اُن کو امام
بارگاہِ ناز میں حاضر تھے وہ مثلِ خَدَمْ

تشریح:

اُس رات بیت المقدس میں سارے انبیاومرسلین نے آپ کو اپنا امام وپیشوابنایا جیسے خُدّ ام اپنے مخدوم کو پیشوابناتے ہیں۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ بیت المقدس میں داخل ہوئے تو تمام پیغمبر وہاں جمع ہوگئے اورنماز کاوقت آگیا،حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور کو امامت کے لیے آگے بڑھایا،آپ نے وہاں سارے پیغمبروں کی امامت فرمائی۔اس شعر میں اسی امامت کی طرف اشارہ ہے۔اس شعر میں تقدیم یعنی آگے بڑھانے کی نسبت انبیاومرسلین کی طرف اس لئے ہے کہ وہ حضور کی امامت پرراضی ہوگئے تھےتو گویاخودانہوں نے ہی آپ کوآگے بڑھا کراپنااامام بنایا۔

☆☆☆

(۱۱۱)

وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ
فِيْ مَوْكِبٍ كُنْتَ فِيْهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ

طئے کئے سات آسماں فوجِ ملائک ساتھ تھی
آپ کے دستِ مبارک میں تھا عظمت کا علَم

تشریح:

آپ ساتوں آسمانوں کاسفرپیغمبرانِ اولوالعزم کے پاس سےگذرتے ہوئےلشکرملائکہ کے جلوس میں کررہے تھے،جس کے سردار،علمبرداراورسپہ سالارآپ خودہی تھے۔سرکاراقدس ﷺ نے ملائکہ کے جلوس میں سرداروپیشوا کی حیثیت سے حضرت جبریل علیہ السلام کی ہمرکابی میں ساتوں آسمان طے فرمائےاوروہاں مختلف انبیاے کرام سےملاقات فرمائی اورانھوں نےآپ کو خوش آمدیدکہا،چنانچہ پہلے آسمان پرحضرت آدم سے،دوسرے پرحضرت یحییٰ سےاورحضرت عیسیٰ سے،تیسرے پرحضرت یوسف سے،چوتھے پرحضرت ادریس سے،پانچویں پرحضرت ہارون سے، چھٹے پرحضرت موسیٰ سےاورساتویں پرحضرت ابراہیم خلیل اللہ سےملاقات ہوئی۔

☆☆☆

(۱۱۲)

حَتّٰی اِذَا لَمۡ تَدَعۡ شَأۡوًا لِّمُسۡتَبِقٍ
مِّنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرۡقًی لِّمُسۡتَنِمٖ

آپ سے سبقت کوئی لے جائے ممکن ہی نہیں
رفعتِ کون ومکاں تھی آپ کے زیرِ قدم

تشریح:

یہاں تک کہ جب آپ نے طالبِ سبقت یعنی مقابلہ کرنے والے کے لئے قُرْبِ خداوندی کا کوئی میدان اور طالب رفعت کے لئے بلندی پر چڑھنے کا کوئی زینہ نہیں چھوڑا۔حضرت جبریل علیہ السلام سرکار اقدس ﷺ کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ جب سدرۃ المنتہٰی آیا جو ایک بلند و بالا درخت ہے،جس کے پتے ہاتھی کے کان جیسے ہیں اور جس کی جڑ سے چار نہریں رواں ہیں،دو نہریں ظاہر ہیں اور دو باطن۔سرکار اقدس ﷺ نے جبریل امین سے ان نہروں کی بابت دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا دو باطنی نہریں تو وہ ہیں جو جنت میں ہیں جن کے نام کوثر و سلسبیل ہیں اور دو ظاہری نہریں نیل اور فرات ہیں۔اس مقام پر آکر حضرت جبریل ٹھہر گئے۔سرکار نے فرمایا: جبریل آگے چلو تو حضرت جبریل نے عرض کیا ’’لَوْ دَنَوْتُ اَنْمِلَةً لَّا حْتَرَقْتُ‘‘ یعنی میں اگر ایک اُنگل بھر آگے بڑھا تو تجلی جمال سے جل جاؤں گا۔بلبل شیراز حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ’’بوستاں‘‘ میں اسی کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اگر یک سرِ موئے برتر پرم فروغِ تجلاّ بسوزد پرم

☆☆☆

(۱۱۳)

خَفَضۡتَ کُلَّ مَقَامٍ بِالۡاِضَافَةِ اِذۡ
نُوۡدِیۡتَ بِالرَّفۡعِ مِثۡلَ الۡمُفۡرَدِ الۡعَلَمِ

جھک گئی ساری بلندی اس لئے کہ آپ کو
آپ کے رب نے بُلایا با وقار وبا حشم

تشریح:

شاعرِ محترم یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ رسولِ گرامی وقار ﷺ شبِ معراج بلندی کی طرف بڑھتے رہے بڑھتے رہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہٰی سے بھی آگے بڑھ گئے،اس طرح آپ نے کسی طالبِ سبقت کے لئے کوئی میدان اور بلندی پر چڑھنے والے کے لئے کوئی زینہ نہیں چھوڑا،لہٰذا اُن تمام میں آپ بلند مرتبے والے ہوئے اور وہ سب آپ کے آگے پست مقام والے ٹھہرے،اس مقامِ رفعت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرفوع کر کے پُکارا اور یوں ندا کی ’’اُدْنُ یَا مُحَمَّدُ اُدْنُ یَا مُحَمَّدُ‘‘ قریب آئیے اور قریب آئیے۔اُس قُربت کی حد نہ پوچھ،اب طالب و مطلوب کے درمیان صرف دو کمانوں کا فرق رہ گیا یا اُس سے بھی کم۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے قصیدۂ معراجیہ میں یوں ترجمانی فرماتے ہیں۔

یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت
تُمھاری خاطر کُشادہ ہیں در جو کلیم پر بند راستے تھے

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرورِ مُمَجَّد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

☆☆☆

(۱۱۴)

كَيْمَا تَفُوْزَ بِوَصْلٍ اَيِّ مُسْتَتِرٍ
عَنِ الْعُيُوْنِ وَسِرٍّ اَيِّ مُكْتَتِمِ

مُستتر محبوبِ حق کے وصل سے ہوں فیضیاب
اور ظاہر آپ پر ہوں راز ہائے مُکْتَتِم [پوشیدہ]

تشریح:

تاکہ آپ اس وصل سے بہرہ ور ہوں جس کی حقیقت لوگوں کی نگاہوں سے بالکل پوشیدہ ہے اور اس رازِ سربستہ سے باخبر ہوں جو بالکل محفوظ ہے یہاں ”وصل“ سے مراد ظاہری اور جسمانی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا ہے اور رازِ سربستہ سے مراد اللہ عزوجلّ سے مناجات اور ہم کلامی ہے ۔مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو اس مقام قرب میں اس لیے بلایا گیا تھا کہ آپ کو ایسا وصل الٰہی اور دیدارِ خداوندی نصیب ہو جو کسی بھی شخصیت کو حاصل نہ ہوا اور اُس رازِ سربستہ سے آپ آگاہ ہو جائیں جس سے کوئی بشر یا فرشتہ آگاہ نہیں ۔

☆☆☆

(۱۱۵)

فَخُزْتَ كُلَّ فَخَارٍ غَيْرَ مُشْتَرَكٍ
وَّجُزْتَ كُلَّ مَقَامٍ غَيْرَ مُزْدَحَمِ

عظمتیں سب جمع کیں اوروں کی شرکت کے بغیر
مرتبے سب طے کئے کوئی نہیں تھا مُزْدَحَم

تشریح:

آپ نے ہر قابل فخر کمال اپنی ذات میں اس طرح سمیٹ لیا کہ اس میں کوئی آپ کا شریک و سہیم نہیں اور ہر منزل آپ نے تن تنہا طے کی جس میں آپ کا کوئی مزاحم نہیں ۔اس شعر میں قابل فخر فضیلت سے مراد وسیلہ فضیلہ درجاتِ رفیعہ کوثر شفاعتِ عظمیٰ مقام محمود اور لواء الحمد ہے اور ”مقام“ سے مراد مجبت ختم نبوت اور رسالت ہے ۔

☆☆☆

(۱۱۶)

وَجَلَّ مِقْدَارُ مَا وُلِّيْتَ مِنْ رُّتَبٍ
وَّعَزَّ اِدْرَاكُ مَا اُوْلِيْتَ مِنْ نِّعَمِ

کیا ہی با عظمت مراتب ہیں ملے سرکار کو
ما ورائے فہم ہیں حاصل ہوئے جتنے نِعَم

تشریح:

جو رتبے اور منصب آپ کو عطا کیے گئے بڑے جلیل القدر ہیں اور جن نعمتوں سے

آپ سرفراز کیے گئے ان کا حصول بہت مشکل ہے یعنی یارسول اللہ ﷺ جو مرتبے آپ کو عطا کئے گئے اُن تک کوئی نہیں پہنچا اور آپ کا حال یہ ہے کہ آپ کمالات کی ہر منزل پر پہنچے۔ پہلے مصرع میں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ آپ قیامت کے دن اہل محشر پر شفاعت کے ذریعہ والی ہیں اس طرح کہ آپ کو شب معراج میں شفاعت عطا کی گئی۔

☆☆☆

(۱۱۷)

بُشْرٰی لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

اے مسلمانو! بشارت ہے یہ ہم سب کے لئے
اب عنایت کا ستوں ہوگا کبھی نا مُنْہَدَم

تشریح:

ہم مسلمانوں کے لئے خوش خبری ہے کہ عنایتِ ربانی سے ہمیں ایک ایسا ستون میسر آگیا ہے جو کبھی زمیں بوس نہیں ہوگا اور ایسی شریعت عطا ہوئی ہے جو کبھی منسوخ نہیں ہوگی۔

سرکار اقدس ﷺ کے صدقے میں آپ کی امت بھی الطاف ربانی اور عنایات خداوندی سے شاد کام ہوئی۔ ہمارے لئے مال غنیمت حلال ہیں جب کہ گزشتہ اُمتوں کے لیے یہ حلال نہ تھے، ہمارے لیے پوری روے زمین مسجد بنادی گئی کہ ہم جہاں چاہیں سجدہ کریں، ہمارے لیے مٹی کو پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنادیا گیا، ہمیں وضو عطا ہوا جب کہ سابقہ امتوں میں یہ نعمت صرف انبیاے کرام کو حاصل تھی، ان کی امتیں اس سے محروم تھیں، ہم پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں جب کہ کسی اور امت پر پانچ نمازیں فرض نہ تھیں، ہمیں اذان و اقامت ملی جب کہ گزشتہ امتیں اس

سے محروم تھیں، ہماری عبادت میں رکوع رکھا گیا جب کہ اور امتوں میں یہ نہ تھا، ہمیں نمازوں میں صفیں بنانے کا حکم ہے جیسے فرشتے صفیں بناتے ہیں، ہمیں جمعہ میں ایک ایسی گھڑی ملی جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

☆☆☆

(۱۱۸)

لَمَّا دَعَا اللهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهٖ
بِاَكْرَمِ الرُّسْلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاُمَمِ

رب نے بھیجا داعیوں کو اپنی طاعت کے لئے
آپ ہیں خیر الرسل تو ہم ہوئے خیر الامم

تشریح:

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی طاعت کی طرف ہمیں بلانے والے رسول کو ''اکرمُ الرسل'' کہہ کر پکارا تو ہم بھی اِس نسبت سے ''اکرمُ الامم'' ہوئے کیوں کہ اکرم الرسل اکرم الامم ہی کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ سرکار اقدس ﷺ کا اکرم الرسل یعنی سب سے افضل و اکرم رسول ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا ''اَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَى اللهِ وَلَا فَخْرَ'' میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سارے اولین و آخرین میں سب سے افضل و بہتر ہوں مگر اِس کے باوجود مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔

☆☆☆

دسویں فصل: غزوات کے بیان میں

(۱۱۹)

رَاعَتۡ قُلُوۡبَ الۡعِدٰى اَنۡبَاءُ بِعۡثَتِهٖ
كَنَبۡأَةٍ اَجۡفَلَتۡ غُفۡلًا مِّنَ الۡغَنَمِ

سن کے بعثت کی خبر لرزیدہ تھے دشمن کے دِل
دھاڑ سے شیروں کی کانپیں جیسے جنگل میں غَنَم

تشریح:

حضور کی بعثت کی خبروں نے دشمنوں کے دلوں میں خوف و دہشت پیدا کر دی جیسے شیر کی ایک چنگھاڑ غافل اور بھولی بھیڑوں اور بکریوں کے ریوڑ میں ہلچل پیدا کر دیتی ہے۔اس شعر میں ”بعثت کی خبروں“ سے مراد وہ خبریں ہیں جو کاہنوں، نجومیوں، راہبوں اور پادریوں کے ذریعے اس وقت کے کافروں اور مشرکوں کو ملی تھیں جن میں یہ مضمون تھا کہ بہت جلد دین اسلام دوسرے اَدیان و مذاہب پر غالب آجائے گا اور سب کے تارے اس کے سورج کے سامنے روپوش ہو جائیں گے۔ان خبروں سے عیسائیوں، یہودیوں، کافروں اور مشرکوں میں ایک عجیب دہشت اور عجیب خوف تھا۔آوازۂ نبوت و نقارۂ رِسالت سے دشمنوں کے دل کانپ اٹھے اور وہ اُن غافل و بے خبر بھیڑوں کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے جو شیر کی ایک گرج اور چنگھاڑ کو سن کر سراسیمہ ہور بھاگ کھڑی ہوں۔

☆☆☆

(۱۲۰)

مَا زَالَ يَلۡقَاهُمۡ فِيۡ كُلِّ مُعۡتَرَكٍ
حَتّٰى حَكَوۡا بِالۡقَنَا لَحۡمًا عَلٰى وَضَمِ

زخم خوردہ ہوتے تھے کفار ہر اک جنگ میں
جسم تھے نیزوں پہ ان کے جیسے تختوں پر لَحَم

تشریح:

آپ ﷺ ہر میدانِ کارزار میں ان دشمنوں سے لڑتے ہوئے برسرِ پیکار رہے، یہاں تک کہ وہ کافر نیزوں کے وار سے اُس گوشت کے مانند بے وقعت ہو گئے جو قصاب کے تختہ پر پڑا ہو۔اس شعر سے حضورِ اقدس ﷺ کے کمالِ شجاعت کو بیان کرنا ہے۔مفہوم یہ ہے کہ سرکار اقدس ﷺ دشمنوں سے چھپ کر نہیں رہے بلکہ ہر غزوہ میں کافروں اور مشرکوں سے برسرِ پیکار رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن گوشت کے اس ٹکڑے کی طرح بے وقعت اور ذلیل ہو گئے جس کو قصاب اپنے کندی پر رکھ کر کاٹتا اور قیمہ بناتا ہے۔اسی طرح جس جنگ میں بھی آپ شریک ہوئے فتح و کامرانی نے بڑھ کر آپ کے قدم چومے۔

☆☆☆

(۱۲۱)

وَدُّوا الۡفِرَارَ فَكَادُوۡا يَغۡبِطُوۡنَ بِهٖ
اَشۡلَاءَ شَالَتۡ مَعَ الۡعِقۡبَانِ وَالرَّخَمِ

خوفِ ضرب وحرب سے بھاگے وہ میداں سے مگر
یہ تمنا تھی کہ کھائیں کرگسں اُن کا لحم و دم

تشریح:

کفار شمشیر وسنان کی زد سے اس قدر لرزہ بر اندام اور پریشان تھے کہ میدان سے بھاگ جانا بہتر سمجھتے تھے اور ان پر رشک کرتے تھے جن کی بوٹیاں عُقاب اور گدھ لے اڑے۔ اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ دشمنانِ اسلام اگر چہ عرب کے بہادر، جاں باز، جنگ کو کھیل سمجھنے والے اور موت سے نہ ڈرنے والے لوگ تھے، جنگ میں پیٹھ دکھانا یا معرکۂ کارزار سے راہِ فرار اختیار کرنا، ان کے معاشرے میں بڑے عیب کی بات تھی مگر اس کے باوجود پیغمبر اسلام اور صحابۂ کرام کا رُعب اُن پر اِس قدر چھایا ہوا تھا کہ وہ اپنی ساری سماجی قدریں بھول گئے تھے۔ انہیں اس کی بھی پرواہ نہ رہی تھی کہ میدان سے بھاگنا سخت ننگ وعار اور ذلت ورسوائی کا باعث ہے۔ وہ اپنے دلوں میں میدان سے راہ فرار اختیار کرنے کی آرزو کیا کرتے تھے مگر بھاگنا ممکن نہ تھا اس لیے تھک ہار کر وہ وبال جنگ سے نجات پانے کی غرض سے مقتولوں کے تکہ بوٹیوں پر رشک کرتے کہ کاش ہم بھی کہیں جلد مارے جائیں اور ہمارے اعضا کا بھی وہی حال ہوجائے جو ان مقتولین کے اعضا کا ہوا کہ بعض کو تو پرندے کھا گئے اور بعض کو گدھ اور عُقاب اڑا لے گئے تاکہ اس عذاب جنگ سے رہائی مل جائے کیوں کہ سخت پریشانی کے وقت جب کہ اُس سے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی انسان موت کی آرزو کرنے لگتا ہے۔

☆☆☆

(۱۲۲)

تَمْضِی اللَّیَالِیْ وَلَا یَدْرُوْنَ عِدَّتَهَا
مَا لَمْ تَکُنْ مِّنْ لَّیَالِی الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ

خوف ودہشت سے گزر جاتی تھیں راتیں بیشمار
صرف حرمت کے مہینوں میں نہیں ہوتا کوئی خوف وغم

تشریح:

راتیں گزرتی رہتیں مگر کفار کو ان کی گنتی کا بھی ہوش نہیں رہتا تھا جب تک کہ حرمت والے مہینوں کی راتیں نہ آجاتیں۔ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ آئے دن جنگ کی مصیبت سے اعدائے دین ایسے دہشت زدہ اور حواس باختہ ہو گئے تھے کہ انہیں یہ بھی پتہ نہ چلتا تھا کہ آج کون سی رات ہے اور کل کون سا دن ہے۔ پورے سال اُن کے دلوں میں یہ دہشت قائم رہتی، ہاں جب حرمت والے مہینے ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب آتے تو ان کے ہوش ٹھکانے لگتے اور اُنھیں اطمینان ہوجاتا کہ اب جنگ نہ ہوگی کیوں کہ ان مہینوں میں اللہ تعالی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جنگ وجدال سے منع فرمادیا تھا مگر بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

☆☆☆

(۱۲۳)

کَاَنَّمَا الدِّیْنُ ضَیْفٌ حَلَّ سَاحَتَهُمْ
بِکُلِّ قَرْمٍ اِلٰی لَحْمِ الْعِدٰی قَرِمِ

مثل مہماں لشکرِ اِسلام اُن کے شہر میں
اُن کے استقبال کو تھا دشمنوں کا لحم و دَم

تشریح:

گویا مذہب اسلام ایک مہمان ہے جو ایسے بہادروں اور سرداروں کو لے کر کافروں کے صحن میں فروکش ہوا ہے جو دشمنوں کے گوشت کے بڑے شوقین ہیں۔ شاعر محترم فرتے ہیں: گویا مذہب اسلام مہمان کے درجہ میں تھا جو اپنے ان سرداروں کے ساتھ کافروں کے صحن میں اترا تھا جن میں سے ہر ایک دشمنوں کے خون کا پیاسا تھا اور طریقہ یہی ہے کہ میزبان کو اگر مہمان کی پسند معلوم ہوتی ہے تو وہ اپنے مہمان کی ضیافت اُسی چیز سے کرتا ہے جو اُسے پسند ہو اور جس کا وہ شوقین ہو، لہذا سرداران اِسلام کی مہمانی اور اُن کی ضیافت دشمنوں کے خون سے کی گئی۔

☆☆☆

(۱۲۴)

يَجُرُّ بَحْرَ خَمِيْسٍ فَوْقَ سَابِحَةٍ
يَّرْمِيْ بِمَوْجٍ مِّنَ الْاَبْطَالِ مُلْتَطِمِ

تیز تر گھوڑوں پہ فوجِ حق مثالِ بحر تھی
مثل فوجِ بیکراں وہ بڑھ رہے تھے تازہ دم

تشریح:

یہ عظیم مہمان یعنی مذہب اسلام اپنے ہمراہ تیز رفتار گھوڑوں پر بہادر رجیالوں کی فوج کا ایسا دریا کھینچ کر لایا جو بہادروں کی کثرت سے موجیں مار رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کفارو

مشرکین کو پسپا کرنے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے مذہبﷺ اسلام بہادر سواروں کا ایسا لشکر جرار لے کر آیا جو ہیبت وسطوت اور کثرت میں تلاطم خیز دریا کے مشابہ تھا جس کے سپاہی نہایت سبک رو اور برق رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر کافروں کے مقابلہ میں آئے۔

☆☆☆

(۱۲۵)

مِنْ كُلِّ مُنْتَدِبٍ لِّلّٰهِ مُحْتَسِبٍ
يَّسْطُوْ بِمُسْتَأْصِلٍ لِّلْكُفْرِ مُصْطَلِمِ

اَجر کی امید پر اللہ کے طاعت گذار
کفر کی بنیاد کرتے تھے مسلسل منہدم

تشریح:

ان میں سے ہر ایک حکمِ الٰہی کا تابع ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کا طالب ہے اور ایسی شمشیر بُرّاں سے حملہ آور ہوتا ہے جو کفر کو بیخ وبُن سے اُکھاڑ پھینکنے والی ہے۔ بہادران اسلام کے لشکر جرّار کا ہر ہر سپاہی حکمِ الٰہی کا تابع فرمان تھا کسی دنیا دار امیر یا بادشاہِ وقت یا صاحب اقتدار کے حکم پر وہ میدان کارزار میں نہیں اترتا تھا اور وہ اپنے اس عمل پر صرف اور صرف اللہ ہی سے اجر وثواب کی امید رکھتا تھا کسی اور کی خوشنودی اور انعام اس کا مطمح نظر نہ تھا اور اِسی اخلاص کی برکت تھی کہ اس کی تلوار کفر کو بیخ وبُن سے اُکھاڑ پھینکنے کا کام انجام دیتی تھی۔

☆☆☆

(۱۲۶)

حَتّٰی غَدَتْ مِلَّةُ الْاِسْلَامِ وَهِیَ بِهِمْ
مِنْۢ بَعْدِ غُرْبَتِهَا مَوْصُوْلَةَ الرَّحِمِ

غلبۂ اسلام اُن کے جُہدِ کامل سے ہوا
مٹ گئے سب فاصلے پھر آ ملے اہلِ حرم

تشریح:

یہاں تک کہ ملت اسلامیہ بے گانہ اور اجنبی ہونے کے بعد ان دلاوروں سے تعلق کے باعث رشتہ وقرابت والی ہوگئی، اُن مجاہدین کے فروغ اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر ہمیشہ مُستعد رہنے اور مسلسل اُس کی سر بلندی کے لئے کوششیں کرتے رہنے کی وجہ سے اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔ تمام فاصلوں اور دوریوں کو مٹا کر اہل حرم پھر ایک بار بغل گیر ہو گئے۔ اِس شعر میں اسلام کے غریب ہونے سے مراد اُس کا مسافر کی طرح بے یار و بے یاور ہونا ہے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے ''بَدَاَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَّسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَاَ'' اسلام ابتدا میں غریب تھا اور اخیر میں بھی غریب ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ بہادرانِ اسلام برابر لڑتے رہے یہاں تک کہ دین اسلام جو پہلے مُسافر کی طرح بے یار و بے یاور اور مقطوع الرحم تھا، اُن کی نُصرت سے قوی، مضبوط اور موصول الرحم ہوگیا اور رسولِ گرامی وقار ﷺ کی برکت سے کفّار کے ناپاک منصوبوں اور سازشوں سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگیا۔

☆☆☆

(۱۲۷)

مَكْفُوْلَةً اَبَدًا مِّنْهُمْ بِخَیْرِ اَبٍ
وَّ خَیْرِ بَعْلٍ فَلَمْ تَیْتَمْ وَلَمْ تَئِمِ

جب کفالت باپ کے جیسی صحابہ نے ہو کی
قوم وملت کو یتیمی کا کہاں پھر ہوگا غم

تشریح:

یہ ملتِ حقہ اب یتیم و بیوہ کی طرح نہ رہی بلکہ سرکار اور اُن کے نائبین کی بدولت گویا ایک بہترین باپ اور بہترین خاوند کی کفالت میں آچکی ہے۔ مُجاہدین اسلام سرکارِ اقدس ﷺ کی ماتحتی میں کفار و مشرکین سے نبرد آزما ہوتے رہے اور اسلام کی دعوت کو عام کرتے رہے، یہاں تک کہ اُن کی مخلصانہ کوششیں رنگ لائیں اور وہ ملت اسلامیہ جو عربی سوسائٹی اور جاہلی معاشرہ میں اجنبی اور پردیسی کی طرح بے یار و مددگار تھی اور جس کا کوئی رشتہ دار اور متعلق نہ تھا، بڑی تعداد میں اُس کے رشتہ دار اور متعلقین پیدا ہوگئے، اس کی اجنبیت جاتی رہی اور عربی سوسائٹی اس سے مانوس ہوگئی اور سرکار اقدس ﷺ کی برکتوں سے وہ ہمیشہ کے لیے مشرکوں اور کافروں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ ہوگئی، اس طرح باپ کی جانب سے نہ اسے داغ یتیمی ملا اور نہ شوہر کی جانب سے بیوگی سے دوچار ہوئی، کیوں کہ سرکارِ اقدس ﷺ حفاظت کرنے کی حیثیت سے ملت اسلامیہ کے باپ اور ضروریات کی کفالت کرنے کی حیثیت سے اس کے شوہر کے درجہ میں ہیں۔

☆☆☆

(۱۲۸)

هُمُ الْجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُمْ مُّصَادِمَهُمْ
مَاذَا رَاٰى مِنْهُمْ فِيْ كُلِّ مُصْطَدَمِ

تھے وہ کوہِ عزم و ہمت دشمنوں سے پوچھ لو
کس طرح سے اُن کو پایا در مقامِ حرب و رَزْم

تشریح:

یہ جیالے جاں نثار صبر واستقامت کے پہاڑ تھے تو ان کے بارے میں ان سے ٹکرانے والے سے پوچھ لو کہ اس نے ہر میدانِ کارزار میں ان کی جانب سے کیا کیا بہادری کے جوہر دیکھے۔ پہلے اشعار میں سرکار علیہ السلام کی شجاعت و بہادری، جواں مردی، میدان جنگ میں استقامت اور ثابت قدمی بیان کی تو اس کے بعد مناسب یہ ہوا کہ سرکار کے جاں نثار صحابۂ کرام کی بہادری اور جواں مردی کا بھی تذکرہ ہو جائے، اس لیے اس شعر میں صحابہ کی شجاعت، جواں مردی اور ثابت قدمی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ بہادران اسلام صبر واستقامت میں پہاڑوں کی طرح تھے کہ جب میدان جنگ میں دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹ جاتے تو ہلنے کا نام نہ لیتے۔ ایسا لگتا جیسے پہاڑ ہوں جو ایک ہی جگہ پر جمے ہوئے ہیں اور اگر تمہیں اس میں کوئی شک وشبہہ ہو تو ان سے ٹکرانے والے کفار ومشرکین اور دشمنان اسلام سے معلوم کرلو کہ انھوں نے ہر معرکۂ کارزار میں اسلام کے اُن جیالے فرزندوں اور سرکار کے جاں نثاروں سے شجاعت و جواں مردی کے کیا کیا جوہر دیکھے ہیں۔

☆☆☆

(۱۲۹) 뎴

فَسَلْ حُنَيْنًا وَّسَلْ بَدْرًا وَّسَلْ اُحُدًا
فُصُوْلَ حَتْفٍ لَّهُمْ اَدْهٰى مِنَ الْوَخَمِ

پوچھ لو اُن سے حُنَین وبدر کے احوال کو
موت کی قسمیں بلائے بے اماں سے تھیں نہ کم

تشریح:

حُنین سے پوچھ لو، بدر سے معلوم کرلو، اُحُد سے دریافت کرلو یہ سب کافروں کی موت کے موسم ہیں جو اُن کے لیے وبا سے زیادہ سخت ہیں۔ صحابۂ کرام صبر واستقلال اور استقامت و پامردی میں پہاڑوں کی مانند تھے اور اگر تمہیں ان کی شجاعت اور جواں مردی میں کچھ بھی شک وشبہہ ہو تو اُن لوگوں سے مقابلہ کرنے والوں اور ٹکرانے والوں سے پوچھ کر تحقیق حال کرلو کہ صحابۂ کرام نے ہر معرکۂ کارزار میں کیا کیا بہادری کے جوہر دکھائے ہیں۔ جنگ حنین جنگ بدر اور جنگ اُحُد میں شرکت کرنے والوں سے معلوم کرلو یہ ان کافروں کی موت کے زمانے ہیں جو ان کے لیے وبائے عام سے بھی بڑھ کر ہلاکت خیز اور سخت تھے کیونکہ وبا پھیلنے کے وقت گو کہ کثرت سے جانیں جاتی ہیں مگر یہ جانی نقصان اُتنا نہیں ہوتا جتنا ان جنگوں کے زمانے میں کفار ومشرکین کو اٹھانا پڑا تھا، اس طرح یہ جنگیں کفار کے لیے وبائے عام سے بھی بڑھ کر ہلاکت خیز اور نقصان دہ ثابت ہوئی تھیں۔

☆☆☆

(۱۳۰)

اَلْمُصْدِرِی الْبِیْضِ حُمْرًا بَعْدَ مَا وَرَدَتْ
مِنَ الْعِدٰی کُلَّ مُسْوَدٍّ مِّنَ اللِّمَمِ

روشن وتابندہ تلوار اُن کی ہوتی سرخ جب
دشمنوں کے کالی زلفوں والے ہوتے سر قلم

تشریح:

اسلام کے جیالے اور بہادُر سپاہی اپنی چمکتی تلواروں کو جو اُن دُشمنوں کے سر کے سیاہ بالوں میں داخل کر کے اُنھیں خون سے سرخ کر کے دوبارہ سروں کے اندر سے واپس لانے والے ہیں۔ اس شعر میں بھی صحابہ کرام کی بہادری، شمشیر زنی اور فن سپہ گری میں ان کی مہارت کو بیان کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام اس قدر بہادر اور حرب وضرب کے ماہر تھے کہ جب ان کی چمکتی ہوئی سفید تلواریں نوجوان دشمنوں کے سروں پر گرتیں تو وہ ان کے جسم میں اتر جاتیں اور ان کے خون سے سرخ ہو کر ہی واپس ہوتیں، اس طرح ان کا کوئی بھی وار خالی نہ جاتا۔ بالوں کے سیاہ ہونے سے ان کافروں اور دشمنوں کے جوان ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

☆☆☆

(۱۳۱)

وَالْكَاتِبِیْنَ بِسُمْرِ الْخَطِّ مَا تَرَكَتْ
اَقْلَامُهُمْ حَرْفَ جِسْمٍ غَیْرَ مُنْعَجِمِ

کافروں کے جسم پر خونیں تحریریں لکھیں
غازیوں نے جب لئے ہاتھوں میں نیزوں کے قلم

تشریح:

یہ بہادرانِ اسلام گندم گوں خطی نیزوں سے ایسی تحریریں لکھتے کہ اُن کے قلم یعنی نیزے دشمنوں کے جسم کے کسی حرف کو یعنی عضو کو بغیر نقطہ کے نہ رہنے دیتے یعنی دشمن کے جسم کو زخمی کر کے ہی دم لیتے۔ مفہوم یہ ہے کہ وہ بہادرانِ اسلام نیزہ بازی میں اس قدر ماہر تھے کہ جب وہ ہاتھوں میں نیزہ لے کر میدانِ مقابلہ میں آجاتے تو ان کے سامنے آنے والے ہر دشمن کے جسم پر کہیں نہ کہیں زخم کا نشان ضرور ہوتا اور اُن کا کوئی وار بھی خالی نہیں جاتا، اُس وقت اُن کی کیفیت اُس کاتب کی سی ہوتی جس کے ہاتھ میں قلم ہو اور وہ ہر حرف پر نقطہ لگاتا جارہا ہو۔

☆☆☆

(۱۳۲)

شَاكِی السِّلَاحِ لَهُمْ سِیْمَا تُمَیِّزُهُمْ
وَالْوَرْدُ یَمْتَازُ بِالسِّیْمَا مِنَ السَّلَمِ

وہ مُسَلَّح تھے مگر تھے اُن کے چہرے تابناک
جس طرح ممتاز گل ہوتا ہے از روئے سَلَم

تشریح:

وہ ہتھیار بند ہوتے، اُن کا ایک خاص امتیازی نشان ہوتا اور گلاب تو اپنے نشان ہی کے ذریعہ سَلَم سے ممتاز ہوتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ صحابہ کرام ہتھیار بند ہوتے تھے اور دشمنانِ اسلام بھی ہتھیار بند ہوتے تو اگرچہ دشمن بظاہر ان کے مشابہ ہوتے لیکن اُن کے اندر

شجاعت وجواں مردی اور دیانت وتقویٰ جیسے خاص اوصاف پائے جاتے تھے یا اُن کے چہروں پر سجدہ کے نورانی آثار ہوتے تھے جو اُنہیں دشمنانِ اسلام سے ممتاز کر دیتے تھے بالکل ایسے ہی جیسے ''سَلَم'' بظاہر پتہ دار اور کانٹے دار ہونے میں ''گلاب'' کے مشابہ ہوتا ہے لیکن جو خوشبو حُسن و جمال اور خوب صورتی وشادابی گلاب میں ہے وہ سَلَم میں کہاں؟ اِسی طرح جو اوصاف صحابہ کرام میں ہوتے تھے وہ اُن کافروں میں کہاں۔

☆☆☆

(۱۳۳)

تُهْدِي إِلَيْكَ رِيَاحُ النَّصْرِ نَشْرَهُمُ
فَتَحْسَبُ الزَّهْرَ فِي الْأَكْمَامِ كُلَّ كَمِي

جب کبھی بادِ صبا لاتی تھی نُصرت کا پیام
مثل پھولوں کے وہ کھل جاتے تھے اربابِ علَم

تشریح:

فتح ونصرت کی ہوائیں اُن بہادرانِ اسلام کی خوشبو کا یہ تحفہ اے مخاطب تیرے پاس بھیجتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہتھیار بند، زرہ پوش بہادر، مجاہد غلاف میں لپٹا ہوا ایک پھول ہے۔ شاعر محترم نے خوش آئند خبروں کو خوشبو سے تشبیہ دی ہے اور مجاہدین اسلام یعنی صحابہ کرام کو اُس ناشگفتہ کلی سے تشبیہ دی ہے جو غلاف میں لپٹی ہوئی ہو۔ شاعرِ محترم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ یہ مجاہدین جو خَوْد اور زرہ پہنے ہوئے ہوتے تو ایسے لگتے تھے جیسے ناشگفتہ کلی جو اپنے غلاف میں لپٹی ہوئی ہو اور جس طرح غلاف میں ہونے کے باوجود ہوائیں کلیوں کی خوشبو کو ہر طرف پھیلاتی ہیں اور پورے ماحول کو معطر کرتی ہیں، اسی طرح اُن مجاہدین اسلام کی کامیابی اور فتح

مندی کی خوشبو اہلِ ایمان کے مشامِ جاں کو معطر کر دیتی تھی۔ 뎳

☆☆☆

(۱۳۴)

كَأَنَّهُمْ فِي ظُهُورِ الْخَيْلِ نَبْتُ رُبًا
مِنْ شِدَّةِ الْحَزْمِ لَا مِنْ شَدَّةِ الْحُزُمِ

جس طرح ٹیلوں پہ ہوں مضبوط و مستحکم درخت
پشت پر گھوڑوں کے یوں ہوتے تھے وہ عالی ھمم

تشریح:

وہ گھوڑوں کی پشت پر ایسے جمے ہوتے تھے جیسے بلند ٹیلوں کے پودے ٹیلوں پر جمے ہوتے ہیں۔ یہ اُن کی غایتِ احتیاط ومہارت کی وجہ سے ہے بندھن مضبوط ہونے کی وجہ سے نہیں۔ اِس شعر میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدین اسلام کو اُن پودوں سے تشبیہ دی ہے جو کسی بلند ٹیلے پر اُگے ہوئے ہوں اور جب وہ دشمنوں پر حملہ کرنے کے لیے آگے پیچھے دائیں بائیں مُڑتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہوا کے جھونکوں سے پودوں کی شاخیں آگے پیچھے دائیں بائیں ہوتی ہیں مگر وہ اپنے اصل مقام سے نہیں ٹلتے، اُن پودوں کی جڑیں بہت گہرائی میں پانی تک اُتری ہوئی ہوتی ہیں اور یہ عام پودوں سے زیادہ پائدار اور مضبوط ہوتے ہیں۔ شعر کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام فنِ شہ سواری میں ایسے طاق تھے کہ جب وہ گھوڑوں کی پُشت پر ران جما کر بیٹھ جاتے تو اُن کے آسن ٹیلوں کے پودوں کی طرح جمے رہتے جن کی جڑیں دوٗر تک زمین میں اتری ہوئی ہوتی ہیں۔ اُن کا اِس طرح جم کر بیٹھنا اِس وجہ سے نہ تھا کہ اُن کے گھوڑوں کے تنگ کَسے ہوتے تھے کیوں کہ تنگ کا کَسا ہوا ہونا نا تجربہ کار اناڑی اور

ناواقف انسان کے لیے کچھ بھی مفید نہیں ہوتا بلکہ فن شہ سواری میں بے حد کمال اور غایت درجہ مہارت کی وجہ سے تھا۔

☆☆☆

(۱۳۵)

طَارَتْ قُلُوْبُ الْعِدٰی مِنْ بَأْسِهِمْ فَرَقًا
فَمَا تُفَرِّقُ بَيْنَ الْبَهْمِ وَالْبُهَمِ

دشمنوں کے ہوش اُڑ جاتے تھے اُن کے خوف سے
فرق کر سکتے نہ تھے کہ جنگجو ہیں یا غنم

تشریح:

اُن کے رُعب و دبدبہ اور شدّتِ جنگ کے خوف و دہشت کی وجہ سے دشمنوں کے ہوش اِس طرح اُڑ گئے تھے کہ وہ بھیڑ بکریوں کے بچوں اور بہادر جیالوں میں فرق نہیں کر پاتے تھے۔ صحابہ کرام کی بہادری، جواں مردی اور اُن کے سخت حملہ کی وجہ سے دشمنوں کے دلوں پر اُن کے خوف و دہشت کا سکہ جم چکا تھا۔ اُن کے مقابلہ کے خوف سے دشمنوں کا پتّہ پانی ہو جاتا تھا اور وہ ایسے حواس باختہ ہو جاتے تھے کہ بھیڑ بکری کے بچوں اور بہادُرانِ اسلام کے درمیان تمیز نہیں کر پاتے تھے بلکہ بھیڑ بکری کے بچوں کو بہادرانِ اسلام سمجھ بیٹھتے تھے کہ اگر اُن کے سامنے سے بھیڑ یا بکری کا کوئی بچہ اُچھلتا کودتا ہوا آتا تو وہ سہم جاتے اور سمجھتے کہ کوئی بہادر شہ سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آرہا ہے یہ سارا رُعب و دبدبہ حضور اکرم ﷺ کی نصرت وحمایت اور تائید ومدد کی بدولت تھا۔

☆☆☆

(۱۳۶) ﷺ

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ
اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِيْ اٰجَامِهَا تَجِمِ

جن کو حاصل ہو گئی نصرت رسول اللہ کی
شیر جنگل میں ملا کرتے تھے اُن کو سر بخم

تشریح:

اور جسے رسول اللہ ﷺ کی نصرت وحمایت اور مدد حاصل ہو تو اگر شیر بھی اپنے کچھاروں میں اُس کے سامنے آجائیں مارے خوف و دہشت کے دم بخود ہو جائیں۔ مطلب یہ کہ دشمنانِ اسلام کے دلوں پر صحابہ کرام کے خوف و دہشت کا ایسا سکہ بیٹھا ہوا تھا کہ وہ اُن کے مقابلہ کے وقت حواس باختہ ہو جاتے تھے اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کیوں کہ صحابہ کرام کو رسولِ اکرم ﷺ کی نُصرت وحمایت حاصل تھی اور جس کا سہارا آسرا اور مدد کا سرچشمہ اللہ کے رسول ﷺ ہوں، اگر جنگل کے شیر اپنے کچھاروں میں بھی اُس کے سامنے آجائیں تو اُس کے رُعب سے دم بخود ہو جائیں اور مارے دہشت کے اُن کے منھ سے آواز بھی نہ نکل سکے۔ شیروں کے ساتھ جنگلوں اور کچھاروں کا ذکر اِس لیے فرمایا کہ شیر جنگل کا راجا ہوتا ہے، وہ جب تک جنگلوں میں رہتا ہے اُس کی جرأت، ہمت اور بہادری نسبتاً بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اِس شعر میں رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے مشہور واقعہ کی جانب اشارہ ہے کہ وہ سرزمین روم پر اسلامی لشکر سے بچھڑ گئے اور گرفتار کر لیے گئے پھر وہ کسی طرح وہاں سے بھاگ نکلے اور اسلامی لشکر کی تلاش وجستجو میں تھے کہ اچانک ایک جنگل میں شیر سامنے آگیا۔ آپ نے شیر سے فرمایا: يَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (ابو الحارث شیر کی کنیت

ہے) میں اللہ کے رسول ﷺ کا غلام ہوں، مجھے اِس طرح کا حادثہ پیش آ گیا ہے تو شیر حملہ کرنے کے بجائے آپ کے ساتھ ساتھ آپ کے پہلو میں چلنے لگا اور آپ کی حفاظت و رہ نمائی کرنے لگا اور آپ کو بحفاظت تمام لشکر تک پہنچا کر واپس آ گیا۔

☆☆☆

(۱۴۷)

وَلَنْ تَرٰی مِنْ وَّلِیٍّ غَیْرَ مُنْتَصِرٍ
بِہٖ وَ لَا مِنْ عَدُوٍّ غَیْرَ مُنْقَصِمِ

دوست اُن کا اُن کی نصرت سے رہے گا کامیاب
اور دشمن ذلت و خواری سے ہوگا مُلتزَم

تشریح:

حضور کے کسی دوست کو تم ایسا نہیں پاؤ گے کہ آپ کی مدد سے وہ فاتح ومنصور نہ ہوا ہو اور آپ کا کوئی دشمن تمہیں ایسا نہ ملے گا جو شکست خوردہ اور مغلوب نہ ہوا ہو۔ اِس شعر میں ''ولی''، یعنی دوست سے مراد وہ مومن ہے جو سنت وشریعت کا پابند ہو اور ''عدو''، یعنی دشمن سے مراد وہ کافر ہے جو سنت وشریعت کا مخالف ہو۔ مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام سرکارِ اقدس ﷺ کی نصرت وحمایت سے ہمیشہ شاد کام اور کامیاب رہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ سرکار کا کوئی چاہنے والا کبھی بھی تمہیں ناکام ونامراد اور شکست خوردہ نظر نہیں آسکتا اور اُن کا دشمن کبھی کامیاب و بامراد نہیں ہوسکتا۔

☆☆☆

(۱۴۸)

أَحَلَّ أُمَّتَهٗ فِیْ حِرْزِ مِلَّتِهٖ
كَاللَّيْثِ حَلَّ مَعَ الْأَشْبَالِ فِيْ أَجَمِ

اپنی اُمَّت کی حفاظت آپ نے اِس طرح کی
شیر بچوں کو کرے جنگل میں بے فکر و اَلَم

تشریح:

آپ نے اپنی پوری امت کو اپنے دین کے محفوظ قلعہ میں اِسی طرح اُتار دیا جس طرح شیر اپنے بچوں کے ساتھ جھاڑی میں محفوظ ہوتا ہے۔ اس میں امام بوصیری نے رسول اکرم ﷺ کو طاقت وقوت، شجاعت و بہادری، رعب و دبدبہ اور حفاظت کرنے میں شیر سے تشبیہ دی ہے۔ آپ کی امت کو شیر کے بچوں سے اور آپ کے دین اور شریعت کو شیر کے بھٹ یا جھاڑی سے تشبیہ دی ہے۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ سرکار کی اُمّت کے لیے آپ کا دین اور آپ کی شریعت ایسی محفوظ پناہ گاہ ہے جیسے شیر کے بچوں کو شیروں کا بَن اور جھاڑی اور جس طرح شیر کے بچوں کو شیروں کے بَن اور جھاڑی میں رہ کر کوئی ڈر نہیں رہتا۔ اِسی طرح سرکار کی امت کو آپ کے دین پر قائم رہتے ہوئے آتش جہنم کا کوئی کھٹکا نہیں رہتا۔ اس شعر میں امام بوصیری نے سرکار کو شیر سے اور آپ کی اُمت کو شیر کے بچوں سے تشبیہ دے کر اس نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس طرح شیر اپنے بچوں کی زندگی کا سامان اُن کی نشوونما کا ذریعہ اور اُن کی اصل ہوتا ہے، اِسی طرح سرورِ کونین ﷺ اپنے امتیوں کی حقیقی زندگی کا سامان اُن کی روحانی نشوونما کا ذریعہ اور اُن کی اصل ہیں اور آپ کی ازواجِ مُطہّرات اُن کی مائیں ہیں۔

☆☆☆

(۱۳۹)

كَمْ جَدَّلَتْ كَلِمَاتُ اللهِ مِنْ جَدِلٍ
فِيهِ وَكَمْ خَصَمَ الْبُرْهَانُ مِنْ خَصِمِ

بارہا قرآں نے رُسوا مخالف کو کیا
اور بُرہَانِ خدا نے کر دیا دُشمن کو خَم

تشریح:

قرآنی آیات نے نہ معلوم کتنے کٹ حُجّتی کرنے والوں کو چت کر دیا اور اُنھیں دھول چٹا دی اور آپ کے معجزات نے نہ جانے کتنے مُعاندوں کو زیر کر دیا۔ روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صداقت کو آزمانے کے لیے یہودی علما بعض اہلِ قریش کو سوالات سکھا کر سرکار کی بارگاہ میں بھیجا کرتے تھے کہ وہ آپ سے معلوم کریں اور کہا کرتے تھے کہ اگر سب کا جواب پورا پورا دیں تو ان کی نبوت کا دعویٰ غلط ہوگا۔ کیوں کہ اس سے پتہ چلے گا کہ کسی نے اُن کو سوال و جواب سب کچھ بتا دیا ہے اور اگر کسی بھی سوال کا جواب نہ دے سکیں تو یہ اس بات کی کھلی دلیل ہوگی کہ اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی علم نہیں دیا گیا۔ ہاں اگر بعض باتوں کا صحیح جواب دیں اور بعض کے بارے میں یہ کہیں کہ اللہ کو معلوم ہے یا اللہ خوب جانتا ہے تو بے شک یہ نبی کی شان ہے۔ چنانچہ اہلِ قُریش نے آ کر کبھی روح کے بارے میں کبھی ذوالقرنین کے بارے میں اور کبھی اصحابِ کہف کے بارے میں آپ سے دریافت کیا اور غیب داں نبی ﷺ نے اُنھیں تمام سوالات کے مُسکِت جوابات عطا فرمائے۔

☆☆☆

(۱۴۰)

كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِي الْأُمِّيِّ مُعْجِزَةً
فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالتَّأْدِيبِ فِي الْيُتُمِ

ایک اُمّی اور علومِ بیکراں اعجاز ہے
عصرِ جاہل میں ہوئے وہ صاحبِ عدل وحِکَم

تشریح:

زمانۂ جاہلیت میں اُمّی ہوتے ہوئے آپ کا عالم ہونا اور یتیم ہوتے ہوئے آپ کا مؤدّب اور تربیت یافتہ ہونا آپ کے اعجاز کے لیے کافی ہے۔ اُمّی اُس شخص کو کہتے ہیں جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو اور بطورِ عادت اُس نے کسی مُعلّم و اُستاد سے تعلیم نہ پائی ہو گویا وہ اُسی حالت پر باقی ہے جو ماں کے شکم سے پیدا ہونے کے وقت تھی۔ دوسرے انسانوں کے لئے تو یہ عیب کی بات ہے مگر رسول اللہ ﷺ کے لیے مدح و ستائش اور فخر و اعزاز کی بات ہے۔ آپ اُمّی اِس اعتبار سے ہیں کہ دنیا میں آپ نے کسی مدرسے میں جا کر کسی دُنیا کے اُستاد سے تعلیم حاصل نہیں کی آپ کا اُستاد ”رحمٰن“ ہے۔

حضرت کا علم علمِ لدُنّی تھا اے امیرؔ
حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے ہوئے

☆☆☆

گیارہویں فصل: اغیار پر افسوس کے بیان میں

(۱۴۱)

خَدَمْتُهٗ بِمَدِيْحٍ اَسْتَقِيْلُ بِهٖ
ذُنُوْبَ عُمْرٍ مَّضٰى فِي الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ

نعت گوئی اس لئے کہ خاتمہ بالخیر ہو
ضائع کر دی عمر در تعریفِ اَرْبَابِ حَشَمْ

تشریح:

اِس نعت کے ذریعہ سرکار کی خدمت کرکے اپنی اُس عمر کے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں جو اُمرا کی خدمت اور حکومت کی ملازمت اور شاعری میں گزری۔ مفہوم یہ ہے کہ میں سراپا معصیت ہوں، میری پوری عمر اُمراوسلاطین اور اربابِ جاہ ومنصب کی خوشامد کرتے اور قصیدہ خوانی کرتے اور اُن کی خواہشاتِ جاہ ومنزلت کی تسکین کا سامان کرتے ہوئے گزری ہے، اب سرکار اقدس ﷺ کی مدح خوانی کرکے اللہ تعالی کی بارگاہ میں اُسے اپنے گناہوں کی بخشش کا وسیلہ بناتا ہوں اور مغفرت کی درخواست کرتا ہوں۔

☆☆☆

(۱۴۲)

اِذْ قَلَّدَانِيَ مَا تُخْشٰى عَوَاقِبُهٗ
كَاَنَّنِيْ بِهِمَا هَدْيٌ مِّنَ النَّعَمِ

خدمتِ اربابِ دنیا اور خوشامد کا ہے خوف
طوق ہیں گردن میں دو دو میں ہوں قرباں کا نَعَم

[قربانی کا جانور]

تشریح:

میں نے اُمراوسلاطین کی خدمت اور شاعری کے ذریعہ اپنی گردن پر اُن گناہوں کا بار لے لیا ہے جن کے بُرے نتائج جہنم کے گوناگوں عذاب کا مجھے ڈر ہے۔ ان دونوں کی وجہ سے گویا میں قربانی کا جانور ہوں جو اپنی موت اور ہلاکت کی جانب کھنچا چلا جاتا ہے اور جس طرح گردن میں مخصوص نشانی ہونے کی وجہ سے ہدی کا جانور سب کے نزدیک عیاں رہتا ہے اِسی طرح میرے حالات زِندگی کو دیکھنے والے ہر شخص کے نزدیک میرے معاصی اور گناہ عیاں ہیں۔

☆☆☆

(۱۴۳)

اَطَعْتُ غَيَّ الصِّبَا فِي الْحَالَتَيْنِ وَمَا
حَصَلْتُ اِلَّا عَلَى الْاٰثَامِ وَالنَّدَمِ

دونوں حالت میں کیا گمراہ طفلی نے مجھے
کچھ نہ حاصل کر سکا جز جرم و احساسِ ندم

تشریح:

میں نے ان دونوں حالتوں میں نوعُمری کی بے راہ روی کی پیروی کی اور اس سے مجھے گناہوں اور ندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ میں نے دونوں حالتوں میں میانہ روی اور اعتدال کا طریقہ ملحوظ نہ رکھا۔ دونوں میں مجھ سے بچپن جیسی بے اعتدالیاں سرزد ہوئیں، شاعری کی تو اُس میں اُمرا و سلاطین کی مدح و ثنا میں میانہ روی کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا اور ملازمت کی تو ایسی کی کہ بسا اوقات اس میں جواز کی سرحدیں پار کر کے ناجائز و حرام کی حدوں میں داخل ہوگیا جس کے نتیجے میں مجھے گُناہوں اور اُن پر ندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

☆☆☆

(۱۴۴)

فَيَا خَسَارَةَ نَفْسٍ فِيْ تِجَارَتِهَا
لَمْ تَشْتَرِ الدِّيْنَ بِالدُّنْيَا وَلَمْ تَسُمِ

نفس کو کتنا خسارہ اس تجارت میں ہوا
اُف کہ دنیا کو خریدا آخرت کی کالعدم

تشریح:

ہائے افسوس! میرے نفس نے تجارت میں کتنا نقصان اُٹھایا کہ اُس نے نہ دنیا کے بدلے میں دین خریدا اور نہ ہی اُس کا بھاؤ تاؤ کیا۔ حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ اپنی گزشتہ زندگی کے خسارہ اور نقصان کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے حیرت و تعجب کا اظہار کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میرا نفس اُس تجارتِ زندگی میں کیسے عظیم خسارے اور کیسے سنگین نقصان سے دوچار ہوا کہ وہ دنیا ہی کو مضبوطی سے پکڑے رہا، نہ اُسے دے کر بدلے میں دین لیا اور نہ اُس کے

لینے کی فکر کی۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے اُمرا و سلاطین کی مدح سرائی اور ملازمت کر کے بڑے گھاٹے کا سودا کیا کاش! میں نے ایسا نہ کیا ہوتا اور میں تمام عمر مدحتِ سرکارِ دوعالم میں گذارتا۔

☆☆☆

(۱۴۵)

وَمَنْ يَّبِعْ اٰجِلًا مِّنْهُ بِعَاجِلِهٖ
يَبِنْ لَّهُ الْغَبْنُ فِيْ بَيْعٍ وَّفِيْ سَلَمِ

جس نے دنیا کو خریدا آخرت کو بیچ کر
ہے خسارہ سر بسر اُس شخص کی بیع و سلم

تشریح:

اور جو اپنی عاجل یعنی دنیا کے بدلے آجل کو یعنی عقبیٰ کو بیچ دے تو اس بیعِ سَلَم میں اس کا نقصان عیاں ہے۔ بیعِ سَلَم وہ بیع ہے جس میں قیمت پیشگی دی جاتی ہے بلفظِ دیگر جس میں قیمت نقد ہو اور سامان اُدھار۔ بیعِ سلم جو دنیا میں ہوتی ہے اُس میں نقد دے کر وعدہ پر مبیع لیا جاتا ہے اور سبھی ماہرینِ تجارت بیعِ سلم کو قبول کرتے ہیں تو اگر اس طریقۂ بیع میں کوئی خوبی نہ ہوتی تو ماہرینِ تجارت اسے کبھی تسلیم نہ کرتے اور ان کے معاشرے میں اس کا چلن نہ ہوتا۔ کون نہیں جانتا کہ آخرت ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے اور دنیا فانی ہے تو جو آخرت دے کر دنیا لے وہ باقی دے کر فانی لینے والا ہے اور اِس طرح کے سودے میں خسارہ اور نقصان بالکل عیاں ہے۔

☆☆☆

(۱۴۶)

اِنْ اٰتِ ذَنْۢبًا فَمَا عَهْدِيْ بِمُنْتَقِضٍ
مِنَ النَّبِيِّ وَلَا حَبْلِيْ بِمُنْصَرِمِ

یا نبی مجرم ہوں میں پر عہد تو محفوظ ہے
دین کی رسّی نہیں ہے مُنقطع و منفصم

تشریح:

اگر مجھ سے کوئی گناہ ہوجائے تو بھی سرکار سے میرا عہد ٹوٹنے والا نہیں اور میری ایمانی ڈور یا رشتۂ ایمان منقطع ہونے والا نہیں۔گناہوں کے اعتراف اور اس پر اظہار ندامت کے بعد وہ اپنے غم زدہ دل کے لیے سامانِ تسکین فراہم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر چہ مجھ سے گناہ سرزد ہوئے ہیں مگر پھر بھی سرکار سے میرا رشتۂ ایمانی نہیں ٹوٹا اور میں بہر حال مسلمان ہوں کیوں کہ اہلِ سنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ گناہ کرنے سے ایمان رخصت نہیں ہوتا خواہ وہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ جب تک وہ کفر وشرک کی سرحد میں داخل نہ ہوجائے، جب وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرلے گا اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ بخش دے گا۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

بد سہی چور سہی مجرم و ناکارہ سہی
اے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا

☆☆☆

(۱۴۷)

فَاِنَّ لِيْ ذِمَّةً مِّنْهُ بِتَسْمِيَتِيْ
مُحَمَّدًا وَّهُوَ اَوْفَى الْخَلْقِ بِالذِّمَمِ

صدقۂ نام محمد ہے شفاعت کی امید
جبکہ ایفائے عہد میں آپ ہیں سب سے اَتَم

تشریح:

کیوں کہ میرا نام "محمد" ہونے کی وجہ سے آپ کی جانب سے مجھے ایک عہد و پیمان مل چکا ہے اور آپ ساری مخلوق میں سب سے بڑھ کر عہد و پیمان کو پورا فرمانے والے ہیں۔ اس شعر کا پس منظر یہ ہے کہ امام بوصیری علیہ الرحمۃ کا نام محمد ہے اور کسی کے نام کو اپنانا یا اپنے بیٹوں یا رشتہ داروں کا نام رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو اُس ذات سے قلبی تعلق اور گہرا ربط اور والہانہ محبت ہے جس کے نام کا اُس نے انتخاب کیا ہے۔لہٰذا محمد نام رکھنے کا سبب یہی ہوسکتا ہے کہ جس نے یہ نام رکھا ہے اسے حضور اکرم ﷺ سے قلبی لگاؤ ہے اور اپنے فرزند کے لیے وہ تمنا رکھتا ہے کہ وہ آپ کا مطیع وفرماں بردار ہو۔اس شعر پر غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ "محمد" نام رکھنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔

☆☆☆

(۱۴۸)

اِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ مَعَادِيْ اٰخِذًا بِيَدِيْ
فَضْلًا وَّ اِلَّا فَقُلْ يَا زَلَّةَ الْقَدَمِ

آپ کے فضل و کرم نے دست گیری گر نہ کی
وائے ناکامی کہ پھر پھسلیں گے محشر میں قدم

تشریح:

اگر رسول اللہ ﷺ اپنے فضل و کرم سے آخرت میں میری دست گیری نہ فرمائیں تو مجھے کہنا چاہیے ہائے لغزشِ قدم۔اس شعر میں دستگیری کرنے سے بطور کنایہ آخرت میں بارگاہِ الٰہی میں شفاعت کرنا مراد ہے اور ”ہائے لغزشِ قدم“ سے مراد یہ ہے کہ میرا قدم پل صراط پر بُری طرح سے پھسلے گا جس کا نتیجہ جہنم میں گرنے کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔اب پورے شعر کا مفہوم یہ ہوا کہ میں نے بے شمار گناہ کیے ہیں، میں گناہوں کے دریا میں ڈوبا ہوا ہوں تو اگر قیامت کے دن سرکارِ اقدس ﷺ اپنے کرم ونوازش سے بارگاہِ الٰہی میں میرے گناہوں کی بخشش کے لیے شفاعت نہ فرمائیں اور میری دست گیری نہ کریں تو پل صراط پر میرے قدم بری طرح پھسلیں گے جس کا نتیجہ جہنم میں جانے کے سوا اور کچھ نہ ہوگا اور اگر آپ وہاں میری شفاعت اور دست گیری فرمائیں تو مجھے پل صراط پر اعلیٰ درجے کی ثابت قدمی حاصل ہوگی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ میں جنت میں داخل ہوجاؤں گا اور ”فَضْلًا“ کہنے میں اس جانب اشارہ ہے کہ سرکار کا ہم گناہ گاروں کی شفاعت کرنا گویا یہ آپ کا فضل و کرم، مہربانی اور نوازش ہے آپ پر فرض اور لازم نہیں۔

☆☆☆

(۱۴۹)

حَاشَاهُ اَنْ يُّحْرِمَ الرَّاجِیْ مَكَارِمَهٗ
اَوْ يَرْجِعَ الْجَارُ مِنْهُ غَيْرَ مُحْتَرَمِ

لے کے اُمیدیں جو اُن کے در پہ حاضر ہوگیا
ہے بعید اُن کے کرم سے لوٹے محرومِ کرم

تشریح:

آپ کی شان اس سے بلند تر ہے کہ آپ اپنی ذات سے فیض و کرم کا آسرا رکھنے والوں کو محروم فرمادیں یا آپ کے جوارِ رحمت میں پناہ لینے والا محروم ناکام و بے توقیر واپس ہو۔اس شعر میں قلبِ مضطرب کے لیے تسکین کا سامان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ شفاعت کرنا گو کہ آپ پر لازم نہیں مگر آپ کی شانِ کریمی سے یہ بعید ہے کہ کوئی آپ کی ذات سے فیض و کرم کا آسرا چاہے۔آپ سے آس لگا کر بیٹھے اور آپ کی ذات سے شفاعت کی امید باندھے اور آپ اُسے محروم کردیں یا کوئی پریشاں حال آپ کے جوارِ رحمت میں پناہ ڈھونڈے اور آپ اُس کی درخواست رد کرکے اُسے ذلیل و بے توقیر واپس کردیں کیوں کہ آپ اپنی امت کے لیے سراپا رحمت بن کر تشریف لائے ہیں آپ کی شان تو یہ ہے کہ

مَا قَالَ "لَا" قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَهُّدِهٖ
لَوْلَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاءُهٗ نَعَمِ
(فرزدق)

نرفت ”لا“ بزبانِ مبارکش ہرگز
مگر بہ اشہد ان لا الہ الا اللہ
(اقبال)

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہادیے ہیں دُر بے بہادیے ہیں
(اعلیٰ حضرت)

(۱۵۰)

وَمُنْذُ اَلْزَمْتُ اَفْكَارِىْ مَدَائِحَهٗ
وَجَدْتُّهٗ لِخَلَاصِىْ خَيْرَ مُلْتَزِمِ

جب سے اپنی فکر کو پابندِ مدحت کر لیا
ہو گیا میں اُخروی انجام سے بے خوف وغم

تشریح:

جب سے میں نے اپنے افکارِ سخن کو نعتِ نبی لکھنے کا پابند بنالیا اپنی نجات کے لیے سرکار کو بہترین کفیل پایا یعنی جب سے میں نے شاہانِ وقت اور اُمرائے زمانہ کی مدح سرائی چھوڑ کر سرکارِ اقدس ﷺ کی نعت پاک لکھنے اور اُن کی مدح وثنا کرنے کو اپنا مشغلہ بنایا اس کی برکت سے دنیا کی مصیبتیں دور ہوگئیں۔ اس شعر میں امام بوصیری علیہ الرحمہ نے اس واقعہ کی جانب اشارہ کیا ہے جو اس نعتیہ قصیدہ کے لکھنے کا باعث بنا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کے جسم پر فالج کا اثر ہوگیا تھا جس نے آپ کو مفلوج بنا کر رکھ دیا تھا۔ وقت کے ماہر اَطِبّاء اور حُکَمَا اس کے علاج سے عاجز آگئے تھے۔ اس وقت آپ نے یہ مبارک قصیدہ لکھا اور اس کے وسیلے سے بارگاہِ خداوندی میں صحت اور شفا کی درخواست کی۔ رات کو سوئے تو قسمت بیدار ہوگئی اور خواب میں سرکار ﷺ اتنے خوش ہوئے کہ اپنی مبارک چادر اُن کو اُڑھادی اور اُن کے جسم پر اپنا دستِ شفا پھیر دیا جس کی برکت سے آپ بالکل صحت منداور شفایاب ہوگئے۔

☆☆☆

(۱۵۱)

وَلَنْ يَّفُوْتَ الْغِنٰى مِنْهُ يَدًا تَرِبَتْ
اِنَّ الْحَيَا يُنْبِتُ الْاَزْهَارَ فِى الْاَكَمِ

اُن کے در پہ آکے ہو جاتا ہے ہر سائل غنی
جیسی بارش بھرتی ہے پھولوں سے دامانِ اَکَم

تشریح:

آپ کی مالداری، تونگری اور عطاوَبخشش کسی محتاج کے ہاتھ کو خالی نہ چھوڑے گی کیوں کہ بارش پہاڑیوں پر بھی پھول اُگادیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا فیضِ رحمت اور فیضانِ شفاعت عام ہے۔ اس سے سب گنہ گار امتی بہرہ ور ہوں گے۔ مستحق ہوں یا غیر مستحق، کیوں کہ آپ کا فیضِ بخشش تیز بارش کی مانند ہے اور جب تیز بارش ہوتی ہے تو صرف ہموار زمینیں ہی پھول اور پودے نہیں اُگاتی ہیں بلکہ پہاڑیوں اور ٹیلوں پر بھی سبزے اُگتے ہیں اور کوہستان بھی لالہ زار بن جاتے ہیں۔

☆☆☆

(۱۵۲)

وَلَمْ اُرِدْ زَهْرَةَ الدُّنْيَا الَّتِى اقْتَطَفَتْ
يَدَا زُهَيْرٍ بِمَا اَثْنٰى عَلٰى هَرِمِ

دولتِ دنیا کا طالب میں نہیں مثل زُہَیر
بھر لیا تھا جس نے دامن بن کے مدّاحِ ہَرِمْ

تشریح:

میں اس نعتیہ قصیدہ کے ذریعے ایسے دنیوی مال ومتاع کا خواہاں نہیں ہوں جیسے زُہَیر بن ابی سلمیٰ نے ہَرِم بن سِنان کی مدح سرائی سے حاصل کیا تھا۔ زہیر بن ابی سلمیٰ جاہلی شعرا میں انتہائی بلند حیثیت کا مالک تھا۔ حضرت عُمر بن خطاب اُسے ”اَشْعَرُ النَّاسِ“ یعنی لوگوں میں سب بڑا شاعر قرار دیتے تھے۔ ثعلب نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اپنی سند کے ساتھ روایت کی کہ حضرت ابن عباس نے کہا کہ مجھ سے حضرت عمر نے فرمایا ”اَنْشِدْنِیْ اَشْعَرَ شُعَرَائِکُمْ“، مجھے اپنے سب سے بڑے شاعر کے اشعار سناؤ۔ میں نے کہا وہ کون ہے فرمایا: وہ زہیر ہے۔ ابن اعرابی نے کہا کہ زہیر کی ایک امتیازی خصوصیت یہ تھی جو اس کے سوا کسی اور شاعر میں نہیں پائی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ اس کا باپ بھی شاعر اس کا ماموں بھی شاعر اس کی دونوں بہنیں سلمیٰ اور خنساء بھی شاعرہ اور اس کے دونوں بیٹے بھی شاعر تھے۔ یہ دنیوی مال ومتاع کی لالچ میں ہرم بن سنان کی مدح میں قصیدے لکھا کرتا تھا اور وہ اُسے خوب انعام واکرام سے نوازتا تھا۔ ہرم عرب کا مشہور سخی بادشاہ تھا۔

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا رَوِی تھی کیا کیسے قافیے تھے

☆☆☆

بارہویں فصل: بارگاہِ رسالت میں التجا کے بیان میں

(۱۵۳)

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِہٖ
سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اَکْرَمَ الْعَالَم سوا تیرے میں کس کی لوں پناہ
حادثوں کے وقت میں جب ہو وفورِ رنج وغم

تشریح:

اے ساری خلقت میں سب سے افضل وبرگزیدہ نبی! آپ کے سوا میرا کوئی نہیں کہ بلائے عام کے نازل ہونے کے وقت میں جس کی پناہ لے سکوں۔ گزشتہ اشعار میں سرورِ کونین ﷺ کے صفاتِ کمالات کو غائب کے صیغوں سے اتنی بار بیان کیا کہ سرکار کا تصوُّر و خیال ذہن کے نہاں خانے میں رچ بس گیا اور دل ودماغ پر پوری طرح چھا گیا اور محسوس ہونے لگا کہ آپ سامنے تشریف فرما ہیں تو طرزِ کلام اور پیرایۂ بیان بدل دیا اور غائب کے بجائے حاضر کے صیغوں سے آپ کو خطاب کرتے ہوئے یوں عرض کرنے لگے: اے ساری مخلوق میں سب سے برگزیدہ نبی! آپ کے سوا میرا کوئی نہیں کہ قیامت کی ہولناکیوں کے وقت میں جس سے شفاعت کی آس لگاؤں اور ان مصائب سے نجات کے لیے میں جس کی پناہ میں آؤں کیوں کہ کل میدانِ محشر میں جب سارے انبیاے کرام اور پیغمبرانِ اُولو العزم نَفْسِیْ نَفْسِیْ کہتے ہوں گے مگر آپ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ کہتے ہوں گے، ایسے آڑے وقت میں آپ بارگاہِ رب

العزت میں حاضر ہو کر اِذنِ شفاعت طلب کریں گے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کو شفاعت کرنے کی اجازت دے دی جائے گی۔

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

☆☆☆

(١٥٤)

وَلَنْ يَّضِيْقَ رَسُوْلَ اللهِ جَاهُكَ بِيْ
اِذَا الْكَرِيْمُ تَجَلّٰى بِاسْمِ مُنْتَقِمِ

رُتبۂ عالی نہ ہوگا کم شفاعت سے میری
ربِّ اکرم جلوہ گر جب ہو بشانِ منتقم

تشریح:

یارسول اللہ! آپ کی قدر و منزلت اُس دن میرے لیے تنگ نہ ہوگی جب کہ رب کریم صفتِ ”منتقم“ کے ساتھ جلوہ فرما ہوگا، اِس سے مراد قیامت کا دن ہے اور صفتِ منتقم کے ساتھ جلوہ فرما ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرموں اور گنہ گاروں سے انتقام لے گا اور انہیں اُن کے کرتوتوں کی سزا دے گا۔

گنہِ رضا کا حساب کیا وہ اگرچہ لاکھ سے ہیں سوا
مگر اے عفُو ترے عفو کا نہ حساب ہے نہ شمار ہے

☆☆☆

(١٥٥) ﷺ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

دولتِ دارَین اِک حصہ ہے اُن کے جود کا
اور علومِ غیب کا حصہ ہیں یہ لوح و قلم

تشریح:

کیوں کہ دنیا و آخرت آپ کی بخشش و عطا کا ایک حصہ ہے اور اِسی طرح لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔ دونوں جہان آپ کے طفیل وجود میں آئے ہیں اور آپ موجودات پر فیضان وجود اور ہر نعمت ظاہری و باطنی میں واسطہ ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر علوم کثیرہ عطا کیے ہیں کہ لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا ایک جزُ اور ایک حصہ ہے۔ اس قدر علم ہونا آپ کے رتبے کی عظمت و بزرگی کو عیاں کر رہا ہے۔ شاعرِ محترم کہتے ہیں کہ جب آپ کے رتبہ کی وُسعت و عظمت کا یہ حال ہے تو پھر آپ کے لیے مجھ جیسے گنہ گار خطاوار کی شفاعت کیا مشکل ہے۔

☆☆☆

(١٥٦)

يَا نَفْسُ لَا تَقْنَطِيْ مِنْ زَلَّةٍ عَظُمَتْ
اِنَّ الْكَبَائِرَ فِي الْغُفْرَانِ كَاللَّمَمِ

کثرتِ عصیاں کی بخشش سے نہ ہو مایوس دل
رب کی بخشش کے مقابل یہ کبائر بھی ہیں کم

تشریح:

اے میرے نفس! تو کسی گناہِ کبیرہ کی بخشش سے مایوس نہ ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش کے آگے گناہِ کبیرہ کی حیثیت معمولی ہے۔ جب شاعر کو اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں شدتِ خوف کے باعث اُس کا نفس رحمتِ الٰہی سے ناامید نہ ہو جائے تو اُس کو مخاطب کر کے اُس کے لیے سامانِ تسکین مہیّا کیا اور اُسے یوں دلاسہ دیا کہ اے میرے نفس! گناہِ کبیرہ جن کی سزا بڑی سخت ہے اور جن سے ہر مومن کو پناہ مانگنی چاہیے اور اُن سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے، یہ اللہ تعالیٰ کی بخشش و کرم کے آگے ہیچ ہیں، جس طرح وہ غفورٌ رّحیم گناہِ صغیرہ و کبیرہ کی بخشش فرمادے گا اِسی طرح اے میرے خطا کار سیہ کار نفس اُس کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

☆☆☆

(۱۵۷)

لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّيْ حِيْنَ يَقْسِمُهَا
تَأْتِيْ عَلٰى حَسَبِ الْعِصْيَانِ فِي الْقِسَمِ

رب کی رحمت بٹ رہی ہوگی بروزِ حشر جب
میرے عصیاں سے فزوں تر ہوگا مولا کا کرم

تشریح:

اُمید ہے کہ میرا پروردگار جب اپنی رحمت تقسیم فرمائے گا تو وہ گناہ گاروں کے گناہوں کے مطابق اُن کے حصّے میں آئے گی۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آئے گا اور وہ گناہ گاروں کے درمیان اپنی رحمت تقسیم کرنے پر آئے گا تو وہ اُن کے گناہوں کے اندازے کے مطابق اُن کے حصّوں میں آئے گی یعنی جس کا گناہ بڑا ہوگا اُس کا

حصۂ رحمت بھی بڑا ہوگا اور جس کا گناہ چھوٹا ہوگا اُس کا حصۂ رحمت بھی چھوٹا ہوگا۔

☆☆☆

(۱۵۸)

يَا رَبِّ فَاجْعَلْ رَجَائِيْ غَيْرَ مُنْعَكِسٍ
لَّدَيْكَ وَاجْعَلْ حِسَابِيْ غَيْرَ مُنْخَرِمِ

میرے مولا میری امیدیں نہ ہوں محرومیاں
ہو حساب آسان میرا اے خدائے ذو الکرم

تشریح:

اے میرے پالنہار! تجھ سے وابستہ میری امید پلٹنے نہ پائے اور تجھ سے متعلق میرا حُسنِ ظن ٹوٹنے نہ پائے۔ ایک حدیث قدسی ہے "اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ" یعنی میں اپنے بندے کی امید اور اُس کے گمان کے مطابق اس سے معاملہ کرتا ہوں۔ اِس حدیث کے پیشِ نظر اپنے نعتیہ قصیدہ کے اختتام پر امام بوصیری علیہ الرحمہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں: مولا! تیری ذات سے جو امید میں نے باندھ رکھی ہے اس کے خلاف معاملہ میرے ساتھ نہ ہو اور تیری ذات سے وابستہ میرے حُسنِ ظن کی لاج رکھ لے۔

☆☆☆

(۱۵۹)

وَالْطُفْ بِعَبْدِكَ فِي الدَّارَيْنِ إِنَّ لَهُ
صَبْرًا مَّتٰى تَدْعُهُ الْأَهْوَالُ يَنْهَزِمِ

اپنے بندے پر رحم فرما خدا دارین میں
صبر کی طاقت نہیں آلام سے ہے منھزم

تشریح:

امام بوصیری علیہ الرحمہ نے اپنا ذکر وصفِ عبودیت یعنی بندگی سے کیا ہے اور اپنے کو "عبد" یعنی بندہ کہا ہے، اس بنا پر کہ یہ دعا کا مقام ہے اور دعا کے وقت بندہ بارگاہِ الٰہی میں جتنا زیادہ عاجزی کا اظہار کرتا ہے، اُتنا ہی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور عنایتیں اس کی جانب متوجہ ہوتی ہیں اور دعا کی مقبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ شعر کا مفہوم واضح ہے کہ اے میرے ربِ کریم! میں بڑا بے صبرا انسان ہوں، صبر و تحمل میں اتنا کمزور ہوں کہ مصائب و آلام کے وقت مضطرب اور بے چین ہو جاتا ہوں اور پریشانیوں کے مقابلہ کے وقت صبر و شکیب کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے تو اگر تیری رحمتیں اور عنایتیں اس وقت مجھے سہارا نہ دیں گی تو میری ہلاکت یقینی ہوگی۔

☆☆☆

(۱۶۰)

وَائْذَنْ لِّسُحْبِ صَلٰوةٍ مِّنْكَ دَائِمَةٍ
عَلَى النَّبِيِّ بِمُنْهَلٍ وَّ مُنْسَجِمِ

بادلوں کو حکم دے برسائیں رحمت اور درود
دائما بر ذاتِ مسعودِ نبیِّ محترم

تشریح:

اے اللہ! تو اپنی رحمت کے بادلوں کو حُکم دے کہ وہ ہمیشہ نبی کریم ﷺ پر موسلا دھار

اور لگاتار رحمت کی بھرن برساتے رہیں۔ امام بوصیری علیہ الرحمہ دعا کے بعد صلاۃ وسلام پر اپنے نعتیہ قصیدہ کو ختم کرتے ہوئے یہ پیغام دے رہے ہیں کہ نیک کاموں کا اختتام صلوٰۃ وسلام پر ہونا چاہیے، یہی ہمارے اسلافِ کرام اور بزرگانِ دین کا طریقہ رہا ہے۔

☆☆☆

(۱۶۱)

وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِيْنَ لَهُمْ
اَهْلِ التُّقٰى وَالنُّقٰى وَالْحِلْمِ وَالْكَرَمِ

آل و اصحابِ نبی اور تابعین پاک پر
صاحبِ تقویٰ ہیں جو اور صاحبِ حِلم و کرم

تشریح:

اور اے اللہ! اپنی رحمتوں کے بادلوں کو حُکم دے کہ وہ اہلِ بیتِ اطہار، صحابۂ کرام اور تابعین عظام جو پاک سیرت، پاک باز اور حلم و بُردباری اور فضل و کرم کا پیکر ہیں مذکورہ بالا ان عظیم ہستیوں پر موسلا دھار بارش اور لگاتار رحمت برساتے رہیں۔

☆☆☆

(۱۶۲)

ثُمَّ الرِّضَا عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعَنْ عُمَرَ
وَعَنْ عَلِيٍّ وَّعَنْ عُثْمَانَ ذِي الْكَرَمِ

پھر خدا راضی ہو بوبکر و عمر عثمان سے
اور علیؓ پاک سے یہ سب ہیں اصحابِ کرم

تشریح:

پھر اے اللہ تو راضی ہو جا حضراتِ صحابہ کرام وخُلفائے راشدین سیدنا ابو بکر صدّیق، سیّدنا عُمر فاروق، پیکرِ جودوسخا سیدنا حضرت عثمانِ غنی اور مولائے کائنات مشکل کشا سیدنا حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے جو محترم ومکرّم ہیں۔

☆☆☆

(۱۶۳)

مَا رَنَّحَتْ عَذَبَاتِ الْبَانِ رِيحُ صَبَا
وَأَطْرَبَ الْعِيسَ حَادِي الْعِيسِ بِالنَّغَمِ

ہو درود جب تک صبا گلزار میں چلتی رہے
ساربان اونٹوں پہ جب تک ہوں حُدی خواں پر نغم

تشریح:

اے اللہ! تو اپنی رحمت کے بادلوں کو حکم دے کہ وہ سدا نبی کریم ﷺ پر موسلا دھار بارش اور لگاتار رحمت کی بھرن برساتے رہیں، اُس وقت تک برساتے رہیں جب تک کہ درختِ بان کی شاخیں نسیمِ صبا سے جھومتی رہیں اور حُدی خوانوں کے نغمے اونٹوں کو متانہ وار چلاتے رہیں۔ اِس شعر میں درختِ بان کی شاخوں کے جھومنے اور حدی خوانوں کے اپنے نغموں سے اونٹوں کو متانہ وار چلانے کا ذکر ہے اور کون نہیں جانتا کہ یہ اونٹوں کو مدھ بھری سُریلی آوازوں کے نغموں کے ساتھ چلائے جانے کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا ماحصل یہ کہ

اے اللہ! قیامت تک اپنے محبوب اکرم ﷺ پر رحمت کی موسلا دھار لگاتار بارش برساتا رہ۔

☆☆☆

(۱۶۴)

فَاغْفِرْ لِنَاشِدِهَا وَاغْفِرْ لِقَارِئِهَا
سَأَلْتُكَ الْخَيْرَ يَا ذَا الْجُودِ وَالْكَرَمِ

بخش دے شاعر کو مولا! بخش دے قاری کو بھی
خیر کا سائل ہوں میں اے مالکِ جود وکرم

مثل بوصیریؔ نوازش ہو قمرؔ کے حال پر
الکرم یا صاحبِ فضل و عنایت الکرم

تشریح:

اے جود وسخا اور بخشش وعطا فرمانے والے اور اپنے گناہ گار بندوں پر غایت درجہ فضل وکرم فرمانے والے پروردگار اِس قصیدۂ بُردہ کے لکھنے والے کو اور اِس کے پڑھنے والے کو بخش دے میں تجھ سے خیر کا طلبگار ہوں۔

☆☆☆

يَا رَبِّ بِالْمُصْطَفَى بَلِّغْ مَقَاصِدَنَا
وَاغْفِرْ لَنَا مَا مَضَى يَا وَاسِعَ الْكَرَمِ

مصطفی کے صدقے میں پوری ہوں ساری حاجتیں

بخش دے سارے گنہ اے واسع فضل و کرم

تشریح:

اے میرے پالنہار! سرکارِ دو عالم ﷺ کے وسیلے سے ہماری مرادیں پوری فرما اور اے وُسعت و کرم والے! ہمارے سابقہ گناہوں کو بخش دے۔

☆☆☆

يَا رَبِّ جَمْعًا طَلَبْنَا مِنْكَ مَغْفِرَةً
وَّ حُسْنَ خَاتِمَةٍ يَّا مُبْدِئَ النِّعَمِ

اے ہمارے رب تمامی طالبِ غفران ہیں
اور حُسنِ خاتمہ اے خالق خیر و نعم

تشریح:

اے پالنہارِ حقیقی اور اے ساری نعمتوں کو وجود بخشنے والے ہم سب تجھ سے مغفرت اور حُسن خاتمہ کے طالب ہیں۔

☆☆☆

وَاغْفِرْ اِلٰهِيْ لِكُلِّ الْمُسْلِمِيْنَ بِمَا
يَتْلُوْهُ فِي الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى وَ فِي الْحَرَمِ

بخش دے ان سب مسلمانوں کو اپنے فضل سے
مسجدِ اقصٰی میں اس کو جو پڑھیں یا در حرم

تشریح:

اے بارِ اِلٰہا! ہر مسلمان کو اُس خوش نصیب کے وسیلے سے بخش دے جو اِس قصیدے کو مسجدِ اقصٰی اور حرم پاک میں تلاوت کرتا ہے۔

☆☆☆

وَ هٰذِهٖ بُرْدَةُ الْمُخْتَارِ قَدْ خُتِمَتْ
وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ فِيْ بَدْءٍ وَّفِيْ خَتَمِ

حمدِ رب کہ بُردۂ مختار کامل ہو گیا
ابتدا بھی خوب تھی اور خوب تر ہے مختتم

تشریح:

یہ نبیٔ مختار کی نعتِ پاک ہے یعنی یہ "عظیم قصیدۂ بُردہ شریف" پورے وقار و عظمت کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچا اُس کی اِبتدا اور اِنتہا میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے۔

☆☆☆

نوٹ: صحیح ترین نُسخے کے مطابق قصیدۂ بُردہ شریف کے اصل اشعار کی تعداد کُل ایک سو چوسٹھ ۱۶۴ ہے، البتہ اِس کے بعض نسخوں میں کچھ اضافے بھی ملتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْقَصِیْدَۃُ الْمُحَمَّدِیَّۃُ لِلْاِمَامِ الْبُوْصِیْرِیؒ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

(۱)

مُحَمَّدٌ اَشْرَفُ الْاَعْرَابِ وَالْعَجَمِ
مُحَمَّدٌ خَیْرُ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی قَدَمِ
محمد ﷺ اشرفِ عرب و عجم ہیں
محمد ﷺ افضل و خیر الامم ہیں

محمد ﷺ عرب اور عجم سب میں بزرگ تر ہیں۔ محمد ﷺ تمام انسانوں میں افضل ہیں۔

(۲)

مُحَمَّدٌ بَاسِطُ الْمَعْرُوْفِ جَامِعُہٗ
مُحَمَّدٌ صَاحِبُ الْاِحْسَانِ وَالْکَرَمِ
محمد ﷺ داعیٔ معروف کل ہیں
محمد ﷺ جانِ احسان وکرم ہیں

محمد ﷺ نیکیوں کو پھیلانے والے اور اس کے جامع ہیں۔ محمد ﷺ احسان اور بخشش کرنے والے ہیں۔

(۳)

مُحَمَّدٌ تَاجُ رُسُلِ اللّٰہِ قَاطِبَۃً
مُحَمَّدٌ صَادِقُ الْاَقْوَالِ وَالْکَلِمِ
محمد ﷺ تاج دارِ مرسلیں ہیں
محمد ﷺ صادق الوعد و کلم ہیں

محمد ﷺ کُل انبیا کے سرتاج ہیں۔ محمد ﷺ قول اور کلام کے سچے ہیں۔

(۴)

مُحَمَّدٌ ثَابِتُ الْمِیْثَاقِ حَافِظُہٗ
مُحَمَّدٌ طَیِّبُ الْاَخْلَاقِ وَالشِّیَمِ
محمد ﷺ اپنے وعدوں کے محافظ
محمد ﷺ حسن اخلاق وشیم ہیں

محمد ﷺ وعدے کے پکے اور اس کے محافظ ہیں۔ محمد ﷺ خوش خلق اور نیک سیرت ہیں۔

(۵)

مُحَمَّدٌ حُبِیَتْ بِالنُّوْرِ طِیْنَتُہٗ
مُحَمَّدٌ لَمْ یَزَلْ نُوْرًا مِّنَ الْقِدَمِ
محمد ﷺ آپ کی تخلیق نوری
محمد ﷺ تا ابد نورِ قدم ہیں

محمد ﷺ نور مجسم ہیں۔ محمد ﷺ کا نور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

(۶)

مُحَمَّدٌ حَاكِمٌ بِالْعَدْلِ ذُوْ شَرَفٍ

مُحَمَّدٌ مَّعْدِنُ الْاِنْعَامِ وَالْحِكَمِ

محمد ﷺ حاکم عدل وشرف ہیں

محمد ﷺ کان انعام وحکم ہیں

محمد ﷺ انصاف والے حاکم محترم ہیں۔ محمد ﷺ نعمتوں اور حکمتوں کے مخزن ہیں۔

(۷)

مُحَمَّدٌ خَيْرُ خَلْقِ اللهِ مِنْ مُّضَرٍ

مُحَمَّدٌ خَيْرُ رُسْلِ اللهِ كُلِّهِمِ

محمد ﷺ ہیں خلق میں سب سے افضل

محمد ﷺ ہیں رسل میں سب سے اعظم

محمد ﷺ اللہ کے بہترین مخلوق قبیلۂ مضر سے ہیں۔ محمد ﷺ اللہ کے تمام انبیا میں افضل واعلیٰ ہیں۔

(۸)

مُحَمَّدٌ دِيْنُهُ حَقٌّ النَّذِيْرُ بِهٖ

مُحَمَّدٌ مُّجْمَلٌ حَقًّا عَلٰى عَلَمِ

محمد ﷺ ہے نذیر ان کی شریعت

محمد ﷺ صدق اور دین مجسم

محمد ﷺ کا دین سچا اور خوفِ خدا دلانے والا ہے۔ محمد ﷺ مجسم سچائی ہیں اور اس کے علمبردار ہیں۔

(۹)

مُحَمَّدٌ ذِكْرُهُ رُوْحٌ لِّاَنْفُسِنَا

مُحَمَّدٌ شُكْرُهُ فَرْضٌ عَلَى الْاُمَمِ

محمد ﷺ ذکر ان کا جان جاناں

محمد ﷺ ان کے ہیں مشکور عالم

محمد ﷺ کا ذکر مبارک ہماری جانوں کی روح ہے۔ محمد ﷺ کا شکرادا کرنا تمام قوموں پر فرض ہے۔

(۱۰)

مُحَمَّدٌ زِيْنَةُ الدُّنْيَا وَبَهْجَتُهَا

مُحَمَّدٌ كَاشِفُ الْغُمَّاتِ وَالظُّلَمِ

محمد ﷺ حسنِ دنیا رونق دیں

محمد ﷺ کاشفِ ظلمات و ہر غم

محمد ﷺ دنیا کا حُسن اور اس کی رونق ہیں۔ محمد ﷺ اندھیروں اور مشکلات کو رفع کرنے والے ہیں۔

(۱۱)

مُحَمَّدٌ سَيِّدٌ طَابَتْ مَنَاقِبُهُ

مُحَمَّدٌ صَاغَهُ الرَّحْمٰنُ بِالنِّعَمِ

محمد ﷺ صاحب حسنِ مناقب
محمد ﷺ رب کی جانب سے ہیں منعم

محمد ﷺ کے پند اور نصائح ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں۔ محمد ﷺ کو اللہ پاک نے ایک بہترین نعمت بنایا ہے۔

(۱۲)

مُحَمَّدٌ صَفْوَةُ الْبَارِیْ وَخِيْرَتُهٗ
مُحَمَّدٌ طَاهِرٌ وَّسَاتِرُ التُّهَمِ
محمد ﷺ مصطفی مختار رب ہیں
محمد ﷺ ساترِ عصیانِ اثم

محمد ﷺ اللہ کے چُنے ہوئے اور برگزیدہ ہیں۔ محمد ﷺ گنہ گاروں کے گناہوں پر پردہ ڈالنے والے ہیں۔

(۱۳)

مُحَمَّدٌ ضَاحِكٌ لِّلضَّيْفِ مَكْرُمَةً
مُحَمَّدٌ جَارُهٗ وَاللّٰهِ لَمْ يُضَمِ
محمد ﷺ خندہ رُو بر روئے مہماں
محمد ﷺ اپنے ہمسایہ کے عاصم

محمد ﷺ مہمانوں کو خوش آمدید کہنے والے ہیں۔ محمد ﷺ کا قربت والا بخدا ستایا نہیں جائے گا۔

(۱۴)

مُحَمَّدٌ طَابَتِ الدُّنْيَا بِبَعْثَتِهٖ
مُحَمَّدٌ جَاءَ بِالْاٰيَاتِ وَالْحِكَمِ
محمد ﷺ لائے آیات و حکم کو
محمد ﷺ جن کی بعثت حسن عالم

محمد ﷺ دنیا کے لیے رحمت بن کر بھیجے گئے ہیں۔ محمد ﷺ معجزوں اور حکمتوں کے لانے والے ہیں۔

(۱۵)

مُحَمَّدٌ يَوْمَ بَعْثِ النَّاسِ شَافِعُنَا
مُحَمَّدٌ نُوْرُهُ الْهَادِيْ مِنَ الظُّلَمِ

محمد ﷺ روز قیامت انسانوں کی شفاعت کرنے والے ہیں اور اپنے نور سے اندھیروں میں رہبری کرنے والے ہیں۔

(۱۶)

مُحَمَّدٌ قَائِمٌ لِّلّٰهِ ذُوْ هِمَمٍ
مُحَمَّدٌ خَاتِمٌ لِّلرُّسْلِ كُلِّهِمِ

محمد ﷺ اللہ کی طرف سے باہمت اور مستعد ہیں۔ محمد ﷺ خاتم النبین ہیں۔

☆☆☆

علامہ قمراعظمی کی شاعری پر اہل علم کے تاثرات

سیّد صبیح الدین رحمانی
(ڈائریکٹر نعت ریسرچ سینٹر پاکستان)

خیابانِ مدحت۔۔۔۔۔ایک تاثر

میں نے علامہ محمد قمر الزماں قمرؔ اعظمی کا کلام جستہ جستہ دیکھا ہے۔اس کلام میں حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عنصر غالب ہے اور شکایتِ زمانہ کا ایسا لہجہ بھی جس نے اِستغاثے کی شکل اختیار کرلی ہے۔عصری مسائل کی آگہی نے شاعر کو بے چین کر رکھا ہے اور وہ اپنی بپتا حضور انور محبوبِ رب العالمین کے حضور اس لیے پیش کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمِ عنایت سے اُمّتِ مسلمہ کا اِدبار اور زوال ٹل جائے۔نعت میں مقام رسالت کے تحفظ اور عظمت سرکار ابدقرار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بیان میں جوش اور جذبے کے ساتھ ساتھ عالمانہ بیدار مغزی بھی جھلکتی ہے۔اظہار میں شکوہِ لفظی بھی ہے اور سادگی بھی۔اُسلوب میں جدت کے عناصر بھی ہیں اور کلاسیکی رچاؤ بھی۔بعض الفاظ کے تلفظ میں لغت کے برعکس بنت کے معاملے میں میرے کچھ تحفظات ہیں۔لیکن جہاں زبان و بیان کا لحاظ رکھا گیا ہے (اور بیشتر ایسا ہی ہے) وہاں شعریت بھی متاثر کرتی ہے۔

علامہ قمر الزماں قمرؔ اعظمی کی شاعری میں حالی کا درد،احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلکی رُجحان اور عصری حسیت کا عنصر رچا بسا ہے۔بیان میں فصاحت اور بلاغت کے اچھے نمونے بھی اس کتاب کی زینت ہیں۔

ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے۔حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیغام کے پھیلاؤ میں عملی حصہ لینے والے اولیاء اللہ اور بزرگان

دین کے مناقب کا ذکر بھی بالواسطہ نعت کا حکم رکھتا ہے۔ الحمدللہ! قمر اعظمی صاحب کے کلام میں دین اسلام کی عملی تنفیذ اور اس دین کے پھیلاؤ میں تن من دھن کی بازی لگا دینے والے باعمل اہلِ تقویٰ یعنی اولیاء اللہ کے مناقب بھی شامل ہیں۔ اہلُ اللہ کے مناقب کی شمولیت اس بات کا اشاریہ ہے کہ قمرؔ اعظمی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیغام کی عملی شکلوں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زندۂ جاوید فیضانِ نظر کو ہر عہد اور ہر زمانے کے لیے فعال دیکھ رہے ہیں اور اپنی عقیدت مندی کا اظہار کر کے اپنے یقین کی حرارت کو اپنے قارئین تک منتقل کرنے کے متمنی ہیں۔

ایمان کی پختگی کا ہی نتیجہ ہے کہ وہ برملا اس بات کا اظہار کرتے ہیں:

تلاشِ امن ہے باطل ، نظامِ باطل میں
ملے گا امن تو دینِ رسولِ اکرم میں

بیان کی تازگی، سادگی، لہجے کی نرمی اور درد کی کسک محسوس کرنے کے لیے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

مرا کربِ دل کبھی ہو عیاں ، تو اٹھا سکے گا نہ آسماں
میں امینِ عشقِ رسول ہوں، میں ظلوم ہوں، میں جہول ہوں

رقصِ ابلیس مسلمانوں کی لاشوں کے قریب
قہقہے کفر کے توہینِ متاعِ ارماں
عصر حاضر کے شیاطیں نے منظّم ہو کر
طے کیا ہے کہ مٹا دیں گے مسلماں کا نشاں
ہر طرف دہر میں پھیلی ہوئی بارود کی بو
اور جلتے ہوئے خس پوش مکانوں کا دھواں

تمہارے نقشِ کفِ پا کی پیروی کر ﷺ کے
ہر ایک دور میں انسان کامیاب ہوا

جہانِ امکاں میں ان کے جیسا ہوا ہے کوئی ، نہ کوئی ہوگا
ہر اک سے برتر ہر اک سے افضل ہر اک شئے سے عظیم آقا

کہیں بھی عمر گزاروں مگر مرے مولا
ترے کرم سے ملے مجھے گھر مدینے میں
خوشا وہ موت جو آئے گی ان کے قدموں میں
کہ شام زیست کی ہوگی سحر مدینے میں

ایک اور جگہ نہایت عمدہ خیال پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہرِ اقدس میں بیقرار دل کو قرار آجاتا ہے اور سکون آشنا ہو جاتا ہے۔

غمِ زمانہ سے ان لوگوں کو نجات ملی
تمہارے شہرِ سکوں میں جو بے قرار آئے

اسی نعت میں نقدِ جاں پیش کرتے ہوئے نغمہ سرا ہیں۔

گلی میں ان کی کہیں نقدِ جاں پیش کروں
خدا کرے کہ یہ لمحہ بھی ایک بار آئے

خاکِ مدینہ کے حصول کی تڑپ شاعر کو شب و روز بہت بیقرار اور بیکل رکھتی ہے۔

سروں پہ خاکِ مدینہ ، دلوں میں عشقِ رسول
متاعِ کون ومکاں لے کے خاکسار آئے
جسے ملے نہ کہیں سکون کی دولت
اسے کہو کہ مدینہ میں ایک بار آئے

شہرِ دلربا مدینہ جانے اور خاکِ راہ بننے کی شدید خواہش وتمنا کے علاوہ ''خیابانِ مدحت''، میں اعظمی صاحب جس موضوع پر بار بار اظہارِ خیال کرتے ہیں وہ آشوبِ ملت ہے۔وہ ملتِ اسلامیہ کی زبوں حالی پر بہت پریشان ومضطر دکھائی دیتے ہیں۔

خزاں رسیدہ فلسطین و بوسنہ کے لئے
حضور! اب تو ذرا مژدۂ بہار آئے

استغاثہ کے عنوان سے لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کی قوم ہے طوفانِ حوادث میں گھری
اس پہ ہر سمت سے طاغوت ہے حملہ کناں
اُف فلسطین کے بچوں کی کراہیں آقا!
درد میں ڈوبے ہوئے بوسنیاں وشیشاں
بلدِ قدس کے بچوں کے جنازوں کا ہجوم
وہ کفن پوش جواں اور وہ ماؤں کی فغاں
رقصِ ابلیس مسلمانوں کی لاشوں کے قریب
قہقہے کُفر کے توہینِ متاعِ ارماں
ارضِ بغداد پہ بمبار جہازوں کا ہجوم
برق کی زد پہ ہے شیراز و زمین تہراں
سوکھے پستانوں سے لپٹے ہوئے ننھے بچے
خون اُگلتے ہوئے قندھار و کابل کے جواں
آج ابلیس کی شوریٰ نے یہ اعلان کیا
آگ برسائیں گے جب تک مٹے ان کا نشاں

نعت نما یہ نظم طویل ہے۔ملت اسلامیہ کے درد وغم کی داستاں بیان کرنے کے بعد حضور رسالت مآب ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کرتے ہیں۔

رحم فرمائیں کہ سرکار خبر رکھتے ہیں
آپ پر اُمتِ مرحوم کی حالت ہے عیاں
وہ نظر باعثِ تبدیلیٔ قبلہ جو ہوئی
پھر اُٹھا دیں کہ بدل جائے جہاں

عرض یہ کہ ''خیابانِ مدحت''، میں اعظمی صاحب متعدد موضوعات زیرِ بحث لائے ہیں۔وہ اپنے سینے میں دردمند دل رکھتے ہیں جو مسلمانوں کی پریشان حالی اور ذلت وخواری پر تڑپ اُٹھتا ہے اور پھر ان کا قلم خون کے آنسو بھی روتا ہے۔ان کا ایمان ہے کہ موجودہ نظام سیاست ومعیشت نہ صرف مسلمانوں کے درد وغم اور مصائب وآلام کا مداوا نہیں بلکہ پوری انسانیت کے گوناگوں مسائل حل کرنے میں یکسر ناکام ہے۔اس کا علاج صرف اور صرف نظام اسلام کے نفاذ ہی میں مضمر ہے۔جس سے دنیائے اسلام سمیت تمام روئے زمین کے لوگوں کو امن وسکون مل سکتا ہے۔چنانچہ رقم طراز ہیں

دانشورانِ وقت سے کہہ دو کہ آج بھی
ضامن جہاں میں امن کا دینِ رسول ہے
سرکار کے نظام سے ہو کر کے بے نیاز
پھرنا تلاشِ امن میں انساں کی بھول ہے

ایک اور جگہ کہتے ہیں:

سرمایہ داری اشتراکیت ہو یا جمہوریت
اُتری نہ کوئی آج تک اسلام کے معیار پر

یہ باب السلم ضامنِ آج بھی ہے "امن عالم" کا
نوائے اسلم و تسلّم یہیں معلوم ہوتی ہے
ملا انسانیت کا "اولیں منشور" دنیا کو
خطابِ آخریں کی سر زمیں معلوم ہوتی ہے

غرضیکہ زیرنظر گلدستہ نعت میں اعظمی صاحب نے قدم قدم پر گوہر آبدار و تابدار پیش کیے ہیں۔

اُمید ہے کہ اہل ذوق وشوق ان "گل ہائے تازہ" سے اپنے مشامِ جاں کو معنّبر ومعطر کریں گے اور ان کے قلوبِ بیقرار سکون دولت سے معمور ہوں گے۔

نوجوان قلم کار اور سنّی فاؤنڈیشن کے چیئرمین عمران چوہدری تعریف وتحسین کے مستحق ہیں کہ ان کی محنت، توجہ اور لگن سے یہ کتاب طباعت کے مراحل سے گزر کر آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ اُمید ہے کہ عاشقانِ رسولِ مقبول ﷺ اس سے کماحقہ استفادہ کریں گے اور اپنے قلوب واذہان کو روشن کریں گے نیز مجھ حقیر پرتقصیر کے حق میں بھی دعائے خیر کریں گے تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی معرفتِ الٰہی اور حبّ رسول سے سرشار کرے۔

☆☆☆

خواجہ جمشید امام
(کالم نگار روزنامہ،،دن،،لاہور)

بلال واویس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وارث

عشقیہ شاعری عطا، انقلابی شاعری طلب اور نعتیہ شاعری توفیق ہے۔ جس کا پروانہ درِ مصطفیٰ سے جاری ہوتا ہے۔ نعت شاعری کی واحد قسم ہے جس میں مبالغہ آرائی نہیں ہوتی بلکہ جمالِ یار کی ہر صفت کی تشبیہ اور استعارہ حضور نبی کریم ﷺ کے ذکر میں معاون اور مددگار ہوتے ہیں لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس سے سرکار ﷺ کی صفات بیان کرنے کا حق ادا ہوجاتا۔ لفظ تو صرف تصور کے ساتھ رشتے کا نام ہے لیکن نعتیہ شاعری کے الفاظ اپنا حسن اور معنی کسی لغت سے نہیں بلکہ درِ مصطفیٰ سے عطا ہونے والی توفیق اور عشق کی روشنی سے وصول کرتے ہیں۔

"خیابانِ مدحت" کا مسودہ میں نے بار بار پڑھا ہے اور چھپنے کے بعد مجھے امید ہے کہ یہ ہمیشہ میرے پاس رہے گا کہ علامہ محمد قمر الزماں اعظمی پر نعتیہ شاعری کی توفیق عشق مصطفیٰ ﷺ کے جام سے لبریز اور رحمتِ خداوندی کی طرح برسی ہے۔ علامہ قمر الزماں اعظمی گزشتہ چالیس سال سے عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے روشن چراغ کی شعاعوں سے دلوں کو منور کر رہے ہیں۔ صاحب توفیق علامہ اعظمی ورلڈ اسلامک مشن کے سکریٹری جنرل ہیں جس کا لازمی نتیجہ خیالِ یار میں ہمہ وقت محو رہنا ہے۔

یادِ یار سے عبارت اس کلام کا ہر لفظ عشق رسول ﷺ کی مانند صداقت اور حقیقت ہے لیکن ہم اُن صفات و جمال کو الفاظ دینے کی کوشش کرتے ہیں جو معراجِ انسانیت کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہیں جن کی تعریف قرآن کا اہم ترین موضوع ہے۔ مولانا محمد قمر الزماں اعظمی کی نعتیہ شاعری پڑھنے کے بعد مجھے یہ احساس شِدت سے ہوا کہ فکرِ بلال ﷺ و اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وارث کی یہ نعتیہ شاعری ان گنت عاشقانِ مصطفےٰ ﷺ کے دل و جان کی راحت کا سبب ہوگی۔

☆☆☆

گلہائے عقیدت

''خیابان مدحت''، علامہ محمد قمر الزماں اعظمی کے قلبی سوز و گداز پر مشتمل نعتوں کا خوب صورت گلدستہ ہے جو انہوں نے سرور کائنات، فخر موجودات حضور رسالت مآب ﷺ کے عشق و محبت میں ڈوب کر کہی ہیں۔ علامہ صاحب بنیادی طور پر عالم دین ہیں اور انگلستان میں دین مبین کی تبلیغ و اشاعت میں ہمہ وقت مصروف و مشغول ہیں۔ عام حالات میں دیکھا گیا ہے کہ جو شخص منبر رسالت پر کھڑا ہو کر تحمید الٰہی بیان کرے اور توحید کے مسائل کی تشریح و وضاحت کرے اور وہ رسول مقبول ﷺ کی بلند پایہ شخصیت کا گرویدہ اور دلدادہ نہ ہو یہ ممکن نہیں کیونکہ دین مبین کی تفہیم و تعمیل رسولِ امین و محترم و محتشم کی سنت مبارکہ پر عمل کرنے اور ان کی تعلیمات کو اجاگر کئے بغیر ممکن ہی نہیں اسی طرح یہ امر بھی ممکن نہیں کہ اگر کوئی شخص دن رات حمد و ثنا میں مشغول ہو لیکن وہ نعت نبی مکرم و معظم نہ کہے یا نہ لکھے۔

اہل درد اہل عشق و محبت کا یقین ہے کہ قرآن مبین نعت رسول پر مبنی کتاب ہے۔ گویا یہ پہلی نعت ہے جو رب کائنات نے آپ ﷺ کے خُلق کے بارے میں خود لکھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ ﷺ کے خلق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ کَانَ خُلُقُہُ القرآن،، اور ان کا خلق قرآن ہی تو ہے۔

گویا قرآن عظیم رسول اقدس ﷺ کی ذات پاک کی متحرک تصویر ہے۔ آپ ﷺ کتاب کی صورت میں آسمان سے نازل ہونے والا قرآن ہیں اور اپنے دنیوی جسم کے ساتھ چلتا ہوا قرآن ہیں۔

تاریخی اعتبار سے بعض محققین کا خیال ہے کہ پہلی نعت آپ ﷺ کے دادا حضرت عبد المطلب نے کہی لیکن کچھ لوگ نزول وحی کے وقت ورقہ بن نوفل کے خیالات کو نعتِ اول شمار کرتے ہیں تاہم یہ امر مسلمہ ہے کہ آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب کا 115 اشعار پر مشتمل قصیدہ تو ہر اعتبار سے نعت کے زمرے میں آتا ہے۔آپ ﷺ نے ایک بار دوران سفر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس قصیدہ کے اشعار سننے کی بہ نفس فرمائش کی تھی۔عربی زبان میں قصیدے ہی کا رواج تھا جسے شعرا مدح اور ہجو دونوں مقاصد کے لیے استعمال کرتے تھے لیکن اس کے برعکس،،نعت،،صرف اور صرف نبی اکرم ﷺ کی تعریف کے لیے مخصوص ہو کر رہ گئی ہے۔عربی زبان میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ او رامام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسمائے گرامی محتاج تعارف نہیں۔فارسی میں شیخ سعدی اور مولانا عبدالرحمن جامی علیہ الرحمہ معروف ہیں جب کہ برعظیم پاکستان و ہند میں مرزا بیدل،جان محمد قدسی کے بعد امام رضا بریلوی،مولانا ظفر علی خان،حکیم الامت علامہ اقبال کے نام نامی نمایاں طور پر سامنے آتے ہیں۔آج کل کے دور میں حافظ مظہر الدین،عبدالعزیز خالد اور حفیظ تائب کے نام قابل ذکر ہیں۔

گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ نعت نبی اکرم ومکرم ﷺ کا سلسلہ روز ازل سے جاری وساری ہے اور تا ابد جاری رہے گا۔عہدِ حاضر کو،،نعت کا دور،،کہا جاتا ہے کیوں کہ گزشتہ ایک دو دہائیوں میں ہر شاعر نے کسی نہ کسی صورت میں نعت ضرور لکھی۔ان حالات میں ناممکن تھا کہ علامہ قمر الزماں اعظمی جیسا متشرع شخص نعت نہ کہتا،چنانچہ اس وقت ”خیابان مدحت“ کے عنوان سے ان کی خوب صورت اور عمدہ نعتوں کا رنگارنگ گلدستہ ہمارے پیش نظر ہے۔

ان نعتوں میں سرشاری اور بیقراری کی کیفیت بدرجہ اتم نظر آتی ہے اور تخیلا ت کی

بھی فراوانی ہے۔وہ ہر عاشق کی طرح مدینہ منورہ کی زیارت ﷺ لیے بیتاب وبیقرار نظر آتے ہیں کیوں کہ ہر مسلمان شعور کی آنکھ کھولتے ہی،،ذوقِ حضوری،،کا مشتاق ہوتا ہے اور مدینہ معظّمہ کی گلیوں کی خاک چھاننے اور وہاں کے ذرآتِ خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے کے لیے تڑپتا ہے۔علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

سُرمہ ہے مری آنکھ کا خاکِ مدینہ ونجف

اسی طرح علامہ قمر الزماں اعظمی بھی اپنی نعتوں میں کوچۂ حبیب ﷺ میں پہنچنے کے لیے بیقرار اور بیتاب دکھائی دیتے ہیں۔

لب پر درود آنکھوں میں روضے کی جالیاں
منظر ہر ایک جشنِ بہاراں لیے ہوئے

عہدِ حاضر میں نعتیہ شاعری امّت کے دردمند شعرا کی مساعی جمیلہ کے باعث ملی یک جہتی کا پیغام اور عشق مصطفےٰ ﷺ کی حرارت کو عام کرنے کے لیے فعال ادبی تحریک بن گئی ہے۔مسائل حاضرہ کی آگہی،عشق نبوی ﷺ کی تپش،دین کے پھیلاؤ کے امکانات کی نشاندہی اور پیروی رسول اکرم ﷺ کے لیے حدی خوانی کا واحد ذریعہ نعت گوئی ہے اور اس کے ذیل میں نمو پانے والی مختلف الجہات سرگرمیاں۔الحمد للہ! قمر الزماں اعظمی کی نعت میں ہر زاویۂ فکر کی جھلک موجود ہے،اجتماعی درد کی کسک بھی لفظوں میں لہو کی طرح دوڑ رہی ہے۔اتباع نبوی ﷺ کی دعوت اور عشق رسالت مآب ﷺ عام کرنے کی تمنا بھی ضوریز ہے اور،،خیابان مدحت،،میں شاعر کے تداخل کی پراثر داستان بھی مرقوم ہے۔اس خوبصورت مجموعے کا کھلے دل سے استقبال کرتا ہوں۔

☆☆☆

اپنی بات

از: عمران حسین چوہدری
(چیئرمین سنّی فاؤنڈیشن)

نعت کیا ہے؟ نعت نبی کریم ﷺ کی مدحت ہے ۔نعت حسنِ کائنات ہے ۔نعت کائناتِ حُسن ہے ۔نعت کلیدِ جنت ہے ۔نعت معراجِ فہم وشعور ہے ۔نعت وادیٔ شعر وسخن کا افتخار ہے ۔نعت عطائے رحمتِ پروردگار ہے ۔نعت زادِ آخرت ہے ۔نعت کامیابی کا وسیلہ ہے ۔نعت درد کا درماں ہے ۔نعت ظلمتِ دہر میں روشنی ہے ۔خوش بخت ہیں وہ لوگ جنہیں نعتیہ شاعری تخلیق کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ۔ایسے ہی خوش نصیب نعت گوشعرا کی کہکشاں کے ایک روشن ستارے کا نام مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی ہے جن کا نصف صدی سے زائد سفرِ زندگی قابلِ رشک بھی ہے اور قابلِ تقلید بھی ۔علامہ اعظمی گفتار و کردار میں اللہ کی برہان ہیں ۔آبروئے علم ہیں ۔دینی راہوں کے مخلص مسافر ہیں ۔صبر واستقامت کا پہاڑ ہیں ۔علم وادب کی محفلوں کا چراغ ہیں ۔روشنی ،زندگی اور امید کے نقیب ہیں ۔راہ نوردِ شوق ہیں ۔اہل سنت کے گل سر سبد ہیں ۔ان کی دلآویز شخصیت نگاہ بلند،سخن دلنواز اور جاں پرسوز جیسے رنگوں سے سجی ہوئی ہے ۔سوز وساز رومی اور پیچ وتاب رازی کی سرمست کیفیتوں سے مالامال علامہ قمر الزماں اعظمی گذشتہ کئی دہائیوں سے ورلڈ اسلامک مشن کے سیکٹری جنرل کے منصب کے تقاضے نہایت عمدگی ،سلیقے ،حکمت وتدبر اور جوش وجذبے کے ساتھ نبھاتے چلے آرہے ہیں ۔علامہ

اعظمی کی تبلیغی جدو جہد چالیس سالوں پر محیط ہے اور ان کی مخلصانہ دینی سرگرمیوں کا دائرہ دنیا کے ہر ملک اور ہر خطے تک پھیلا ہوا ہے ۔علامہ قمر الزماں اعظمی کا عزم ہمالیہ کی طرح بلند، دل آبِ زم زم کی طرح پاک وصاف ،نظر آفتاب کی طرح روشن ،فکر دریاؤں کی طرح رواں ،علم سمندر کی طرح وسیع ،کلام شہد کی طرح لذیذ وشیریں اور مزاج پھولوں کی طرح نازک اور شگفتہ ہے ۔علامہ اعظمی قدیم دینی علوم میں بھی مہارت رکھتے ہیں اور جدید عصری علوم میں بھی بلند مقام پر فائز ہیں ۔آپ کے قابل رشک سفرِ زندگی کا ہر گوشہ اور ہر زاویہ ششدر کر دینے والا ہے ۔ان کی دل مودہ لینے والی دلکشا شخصیت سے علم اور عمل کا نور پھوٹتا دکھائی دیتا ہے ۔علامہ اعظمی صاحب کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ ایک صاحب بصیرت عالم دین، ایک سنجیدہ فطرت دینی مفکر اور مخلص ومتحرک عالمی مبلغ اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ شعری نعتوں سے مالامال خوبصورت شاعر بھی ہیں اور آپ نے اپنے شاعرانہ فن کو محسن انسانیت حضور نبی کریم ﷺ کی مدحت کے لیے وقف کر دیا ہے ۔

آپ کے محبتِ رسول ﷺ کے اُجالوں سے جگمگاتے نعتیہ کلام پر مبنی کتاب،،خیابانِ مدحت،، چند برس پہلے شائع ہوئی ۔جسے اہل ذوق اور اہل محبت نے بے حد پسند کیا ۔اس مرتبہ ہمیں یہ اعزاز حاصل ہو رہا ہے کہ ہم سنّی فاؤنڈیشن کی طرف سے علامہ قمر الزمان اعظمی کے دلوں میں اترتے پرسوز نعتیہ کلام پر مشتمل دلنشیں کتاب،،خیابانِ مدحت،،کو ترمیم واضافہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں ۔یہ کتاب حبِّ نبی ﷺ سے سرشار اہل ذوق کے لیے محبت کی سوغات ثابت ہوگی ۔اس مجموعہ نعت میں شامل تمام نعتیں صحتِ فکر، جذبہ محبت ، صداقتِ احساس ،اظہار صداقت اور سلامتی ایمان میں لپٹی ہوئی ہیں ۔یہ کتاب عاشقانِ رسول ﷺ کے لیے سرمایۂ بصارت بھی ہے اور سُرمۂ بصیرت بھی ۔اس کتاب میں شامل نعتوں کا حرف حرف اور لفظ لفظ حبِّ رسول ﷺ کی روشنیاں اور عشقِ مصطفٰے کے اجالے لئے ہوئے

ہے۔اس کتاب کو پڑھ کر جذبۂ عقیدت مصطفیٰ ﷺ کو نئی راہیں میسر آئیں گی۔اور اس کے مطالعہ سے ویران دلوں میں عشقِ محمدی کی مشعل فروزاں تر ہوگی۔مجھے یقین ہے کہ عاشقانِ رسول ﷺ اس مجموعہ نعت کا خیر مقدم کریں گے۔اس گراں قدر تحفے کے لیے عشق ومحبت کی دنیا کا ہر فرد علامہ قمر الزماں اعظمی کا ہمیشہ ممنون رہے گا۔

حرفِ آخر کے طور پر ربِ کریم کے حضور اس التجا اور دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گا کہ ؎

الٰہی گدا ہوں مجھے شاہ کر دے
ضمیرِ محمد ﷺ سے آگاہ کر دے

عمران حسین چوہدری
(چیئرمین: سُنّی فاؤنڈیشن)
(14جولائی 2011ء)

تقریظ

برادرِ عزیز عمران چوہدری میرے پاس انگلستان کی بہت بڑی علمی اور عالمی شخصیت علامہ محمد قمر الزماں اعظمی کے نعتیہ مجموعہ کا مسودہ لائے۔عشقِ رسول ﷺ کی سرمستی میں یہ ایک ایسا تحفہ ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔علامہ صاحب نے پچھلے چالیس برس سے برطانیہ میں عشق ومستی کا چراغ جلا رکھا ہے۔اس چراغ سے کئی چراغ جلتے چلے گئے ہیں۔علامہ صاحب کی شاعری اس روشنی اور نور میں لپٹی ہے جو نورانی شخصیت کے لوگ ہی محسوس کر سکتے ہیں۔علامہ قمر الزماں اعظمی کا قریبی تعلق مولانا شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ سے رہا ہے۔میں بھی مولانا نورانی کی شفیق وابستگیوں کی خوشبو اپنے ٹوٹے پھوٹے دل میں سنبھالے ہوئے ہوں۔علامہ اعظمی صاحب خطابت وقیادت کے بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہیں،وہ بولتے ہیں تو دلوں کے دروازے کھولتے ہیں،وہ دینی حلقوں میں بے حد مقبول اور محبوب ہیں۔ان کی شاعری کی دھوم پورے انگلستان میں ہے۔نعت کے سب سے بڑے شاعر احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی نعت کے اثرات ان کی شاعری میں دیکھے جاسکتے ہیں۔دردو گداز،سوز وساز اور راز ونیاز کی دل کش کیفیتیں عشقِ رسول ﷺ میں کھو جانے سے ملتی ہیں۔یہ شاعری پڑھ کر مجھے محسوس ہوا کہ نعت بھی عشقِ رسول ﷺ کی کوئی ادا ہے جو اس شاعری میں آدمی کو ممتاز کرتی ہے۔

علامہ صاحب نے،،خیابانِ مدحت،،میں وہ پھول بھی کھلائے ہیں جن کی خوشبو کا کوئی نام نہیں ہے،مگر وہ دردمند دلوں میں تڑپتی رہتی ہے۔

ڈاکٹر اجمل نیازی
کالم نگار روزنامہ،،نوائے وقت،،لاہور

☆☆☆